جملہ حقوق محفوظ

اپریل سنہ ۱۹۰۶ء

ایڈیٹر شیخ عبدالقادر بی۔ اے

مخزن

اُردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ

تصویر شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی صاحب ایم۔ اے

کان کنی کے شہید۔ شیخ عبدالقادر ۱

جاپان اور اسکی حیرت انگیز ترقی میرزا اعجاز حسین بی۔ اے

مکتوبات آزاد ۲۱

فریبِ دولت۔ شیخ محمد اکرم ۳۰

یتیموں کی فریاد حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی ۵۳

کلیجے کا داغ۔ سرور جہان آبادی ۵۶

شاخِ بریدہ۔ مرزا مبارک بیگ مبارک جالندہری ۵۸

نورتن۔ منشی ونائک پرشاد طالب بنارسی ۶۲

غزلِ اقبال ۶۴

نوکروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں۔ اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں

○ ان شہروں میں اُردو مادری زبان ہے ☐ ان شہروں میں اُردو مروّج ہے ⊕ ان شہروں میں اُردو سمجھی جاتی ہے

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس لاہور میں چھپکر شایع ہوا

نمبر حال

مردون کی خدمت مین میری اپیل

اے مردو! میں عورت ذات کے نام پر اپیل کرتی ہوں کہ تم از بہر رحم کروا میری بات کو غور سے سنو اور یاد رکھو کہ تمام بیماریوں کی جڑ عورتوں میں **ایام ماہواری** (ماہواری خون) کا بگاڑ ہے۔ افسوس ہے کہ ۸۰ فیصدی عورتوں میں یہ بیماری پائی جاتی ہے۔ اسلئے وہ ہمیشہ کسی نہ کسی بیماری میں ضرور مبتلا رہتی ہیں۔ خون کا بیقاعدہ یا کم و بیش یا بند ہونا۔ درد ہونا۔ سفید پانی کا آنا۔ جسمانی کمزوری۔ ہسٹریا۔ بادگولہ۔ قبض۔ خون کی کمی۔ کمر اور سر کا درد۔ بدہضمی۔ پیلا رنگ ہونا۔ اولاد کا نہ ہونا (بشرطیکہ عورت بانجھ نہ ہو اور عمر چالیس سال سے کم ہو) ان سب کے لئے **عورتوں کی بیماریوں کا علاج** استعمال کرو اور اس دکھ سے انکو رہائی دو۔ عورتوں کے واسطے اس سے بہتر کوئی دوائی نہیں۔ **قیمت عہ**

مدن گوپال کمپنی لاہور

مدن گوپال کمپنی لاہور کی **پلیگ کی دوائی** (قیمتیں ذیل ہیں)

امرت جیون پلیگ سے محفوظ رکھنے والی دوائی ایک روپیہ (عہ)

اکسیر پلیگ طاعون کی بیماری کا علاج تین روپے۔ دوائی ایسی اکسیر اور مجرب ہے کہ **بنک کا چیک ساتھ** دیا جاتا ہے اگر فائدہ نہ ہو تو اپنا روپیہ بنک سے واپس منگالو۔

لوگ کیا کہتے ہیں

سرکاری کھیتی ... پلیگ سے محفوظ رکھنے کے علاوہ ... **ہم پچاس** ... **پچاس** ... **دو سو پچاس** ... **۹۶ لم میں**

شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی

مخزن

کان کنی کے شہید

جان کنی ماہِ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کی دسویں - کان کنی کی تاریخ میں - مدتوں یادگارِ ماتم رہیگی - شمالی فرانس میں کوئلے کی کانیں ہیں - جن پر ہزارہا لوگوں کی معاش کا مدار ہے - ہفتے کے دن دسویں تاریخ کو مقام کوریر میں اِن کانوں کے مزدور حسبِ معمول گھروں سے نکلے - ہنستے ہنستے بیوی بچوں سے جُدا ہوئے کہ شام کو پھر ملینگے - مگر تقدیر ہنسی کہ تم میں سے سینکڑوں کے لئے یہ ملاقات آخری ملاقات ہے - تمہارا کام ویسے بھی محنت کی سخت ترین صورت ہے - لیکن آج تمہاری کان کنی سچ مچ کی جان کنی ہوگی - کان کی تنگ و تاریک غاریں تمہاری قبر بنیں گی - اور آگ اور دھواں اور نیم سوختہ کوئلے کی زہریلی ہوا اُس قبر کا عذاب ہوگا -

آفتِ ناگہانی اِن مزدوروں کی تعداد اٹھارہ سو تھی - اور زن و مرد بچے سب قسم کے مزدور تھے - انہیں کانوں میں اُترے دیر نہیں ہوئی تھی - کہ صبح کے ساڑھے چھ بجے کے قریب اچانک ایک پُرزور دھماکا ہوا - جیسے بارود سے بھری ہوئی کان زور سے پھٹ پڑے - اِس مہیب آواز سے جو لوگ باہر شہر میں تھے اُن کے

دِل ہل گئے ۔ اندر والوں کا حال ناگفتہ بہ ہے ۔ معلوم نہیں ۔ دھما کا کیسے ہوا ۔ اور کان کیسے پھٹی ۔ کوئی کچھ وجہ بتاتا ہے کوئی کچھ ۔ یقینی ہے تو اس قدر کہ کان نمبر ۲ ۔ ۳ و ۴ دفعتہً آگ کا بھبوکا بن گئیں ۔ اور اس دوزخ کے شعلے اِس قدر بلند ہوئے ۔ کہ کچھ عرصے تک بد قسمت مزدوروں تک کسی مدد کا پہنچنا ناممکن ہوگیا ۔ جن آنکھوں نے اُنہیں اندر جاتے دیکھا تھا ۔ اُنکی نگاہ میں دُنیا اندھیر ہوگئی ۔ ہر شعلے پر گمان ہوتا تھا کہ کسی جواں ہمت مرد یا خوبصورت عورت کی جان چاٹ کر نکل رہا ہے ۔ اور اس طرح شمعِ محنت کے سینکڑوں پروانے اپنے معشوق پر جانیں فدا کر رہے ہیں ۔ ؎

پھر نہ دیکھا کچھ بجز یک شعلۂ پُر پیچ و تاب
شمع تک تو ہم نے بھی دیکھا کہ پروانہ گیا

رونے والے

کان کنی کے ان شہیدوں میں ایک ایک موجودہ زمانے کا فرہاد ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فرہاد کی کوہ کنی دُنیا میں افسانہ بن گئی ہے ۔ اور ایشیا کی نظم و نثر اس کے تذکرہ سے پُر ہے اور اِن غریبوں کے گنجِ شہیداں پر شاید سب کے نام بھی صحیح طور پر معلوم کر کے لکھنے مشکل ہوں ۔ مگر اس بیکسی پر بھی ان کے حال پر رونیوالوں کی کمی نہیں رہی ۔ یُوں تو یہ مصیبت ایسی تھی کہ دُور دُور سے لوگوں نے اظہارِ غم کیا ۔ مگر جو ہجومِ ماتم اِس قبرِ آتشیں کے باہر اُس شنبہ کے دن ہوا ۔ وہ بھی اپنی مثال آپ ہی تھا ۔ جُوں جُوں اس واقعہ جانکاہ کی خبر شہر میں پھیلی ۔ عورتیں اور بچے جوق جوق گلیوں سے نکلنے شروع ہوئے ۔ ہر ایک تصویرِ حیرانی تھا اور نشانِ غم ہر چہرے پر مسلط تھے ۔ ۲ بجے بعد دوپہر کے قریب ایک انبوہ پچیس ۲۵ ہزار آدمیوں کا مرنے والوں کا ماتم کرنے کے لئے جمع ہوگیا ۔ کوئی اکّا دُکّا خوش قسمت جو اس طوفانِ بلا سے سالم بچ نکلا اور کوئی لاش جو کسی کی ہمت سے باہر آگئی سب اسکی طرف دوڑتے تھے ۔ اور اس گھڑی کی نفسا نفسی

عرصۂ محشر کا نمونہ تھی۔

دو ثلث جل دیئے

۶ بجے کے قریب اتنا معلوم ہوگیا کہ دو ثلث کے قریب یعنی گیارہ بارہ سو آدمیوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیئے۔ جو بچ رہے اُن میں بھی کوئی دو سو آدمی کی طرف سے اطمینان ہے۔ کیونکہ ۱۳۵ اتفاق سے آگ لگنے سے پیشتر باہر آ چکے تھے اور چالیس دو زینوں کے قریب تھے اور جھٹ نکل آئے۔ باقی آدمیوں کے نکالنے کے لئے بڑے بڑے انجنیروں نے کمرِ ہمت باندھی۔ اور جوانوں کی ایک ایک جماعت لیکر کانوں کی طرف بڑھے۔ کان کے اندر ہوا پہنچانے کی کھڑکیاں کھول دی گئیں اور کل کے زور سے ہوا پہنچانے کی پوری کوشش کی گئی۔ مگر اندر کی غلیظ ہوا اور دھوئیں کی کثافت ایسی نہ تھی کہ اتنی ہوا سے مغلوب ہو جاتی۔ بچانے والی جماعت کو بار بار پس پا ہونا پڑتا تھا۔ کیونکہ ذرا سی دُور جا کر دم گھُٹنے لگتا تھا۔ آخر کچھ لاشیں اور کچھ نیم مُردہ مزدُور نکالے گئے۔ جو نکل سکتے نکلے اُنکے جینے کی آس نہ تھی۔ کیونکہ جل کر کولا ہو گئے تھے۔ اور کپڑا تو کسی کے جسم پر باقی نہ تھا۔

ماتمی شہر

شام تک سارا شہر ماتم میں تھا۔ کوئی گھر ایسا نہ تھا جسے ذاتی صدمہ نہ پہنچا ہو کیونکہ یہ بستی کان کنوں کی تھی۔ ہر دروازہ پر سیاہ ماتمی کپڑا نمودار تھا۔ اہلِ شہر ماتم میں سیہ پوش تھے۔ دوکانیں سیہ پوش تھیں۔ رہی سہی کمی آسمان نے پُوری کر دی۔ کالی گھٹا آکر شریکِ ماتم ہُوئی۔ اور ۱۱ - ۱۲ مارچ ترشح ابر اور سردی کی بدولت اَور بھی مصیبت کے دن بنگئے۔ بچانے کی کوشش کرنے والے برابر جان جوکھوں میں ڈال کر اس حالت میں بھی مصروفِ کار رہے۔ مگر کچھ بہت کامیابی نہ ہُوئی۔ کوئی ایک سو سے زیادہ لاشیں ہاتھ نہ لگیں۔ برف کو بھی شاید انہیں دنوں کا انتظار تھا۔ اس نے بھی زمین پر اپنی سفید چادر پھیلا دی۔ گویا قُدرت نے ان بیکسوں کے لئے کفن بھیجا۔

گورِ غریباں

۱۲- مارچ کو دفن کا اہتمام شروع ہوا۔ دو تین جگہ گڑھے کھودے گئے۔ جن میں بہت سی لاشیں یکجا دفن ہوئیں۔ کیونکہ کئی لاشیں تو بالکل پہچانی ہی نہیں جا سکیں اور جو پہچانی بھی گئیں۔ اُن کو علیحدہ علیحدہ کفن دفن ایسی حالت میں کون کرتا۔ ایک صاحب جو اِن دردناک موقعوں میں سے ایک پر موجود تھا چشم دید حالات یوں بیان کرتا ہے۔ "میری کورٹ والے چھپر کے تلے بائیس لاشیں اپنے اپنے صندوقوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ سرکار جمہوری کی طرف سے وزیر صیغہ داخلیہ باچشمِ پُرنم کھڑا تھا اور گرجے کی طرف سے ایک آرچ بشپ۔ پریذیڈنٹ اور وزرائے دولت کی طرف سے پھول اس موقعے کے لئے آئے رکھے تھے۔ ماتمیوں کی تعداد کوئی پانچ ہزار ہوگی۔ خستہ حال عورتیں صندوقوں کے گرد پھر رہی تھیں۔ زار زار روتی اور عالمِ یاس میں ہاتھوں کو ملتی تھیں۔ اتنے میں کان کن جنازوں کی طرف بڑھے۔ انہیں آہستگی سے اُٹھایا اور مدفن کی طرف لے چلے جو کوئی دو سو گز کے فاصلے پر تھا۔ جب یہ دردانگیز قطار جنازوں کی روانہ ہوئی تو برف پڑ رہی تھی۔ ۲۲ جنازے ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ چھ کان کن ہر جنازے کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ اور کان کنوں کے چھوٹے چھوٹے چراغ اُن کے سروں پر ٹوپیوں سے اٹکائے ہوئے دھرے تھے۔ پولیس اور فوج کا ایک معقول دستہ دو رویہ کھڑا تھا۔ کیونکہ ہر لحظہ یہ ڈر تھا کہ کہیں پریشان حال کان کن نقضِ امن پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ پادری نے جنازہ کی دُعا پڑھی۔ اِسکے بعد سوشلسٹ جماعت کے ایک قائم مقام نے بھڑکانے والی تقریر کی۔ جس کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا۔ "سرمایہ والوں کو سزا ملنی چاہئے۔ وُہ ہمارے قاتل ہیں"۔ جب صندوق گڑھے میں اُتارے گئے۔ اُس وقت عورتوں کی حالت دیکھی نہیں جا سکتی تھی"۔ یہی کیفیت دوسرے قبرستانوں میں گذری جہاں باقی جنازے ہوئے۔

ملک کی ہمدردی

مرنے والے مر گئے اور رونے والوں کے لئے عمر بھر کا رونا چھوڑ گئے۔ مگر

اِس داستانِ غم کی خوفناک تاریکی میں اہلِ ملک کی سچی اور بے ساختہ ہمدردی اور مالی امداد ایک شعاعِ نور ہے۔ جس سے مُلک کی بیدار زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ زندہ قوموں کے یہ اطوار ہوتے ہیں۔ کوریر کا سوگ خوشباش دار الخلافہ تک محسوس ہوا۔ شہر پاری کا چہل پہل مبدّل بہ غم ہوا۔ جمہوری حکومت کے اراکین فوراً جمع ہوئے اور انہوں نے ضابطہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر بیس ہزار پونڈ یعنے تین لاکھ روپیہ فوری امداد کے لئے بے تامل منظور کیا۔ سچ کے طور پر جا بجا چندے کی فہرستیں کھل گئیں۔ بنکِ فرانس نے تیس ہزار روپیہ چندہ اپنا لکھ کر اپنے ہاں فہرست کھولی۔ راشچیلڈ والوں نے ساٹھ ہزار روپیہ نقد فوراً روانہ کر دیا۔ کہ زیادہ حاجتمند قائل کو اسیوقت تھوڑا تھوڑا سہارا مل جائے۔ سب بڑے بڑے اخباروں نے اپنے اپنے دفتر میں چندہ جاری کر دیا۔ ۱۴- مارچ تک اس عام چندہ کی تعداد چار لاکھ روپیہ سے اوپر پہنچ چکی تھی اور ابھی زور سے جاری تھا۔ جمہور کے پریزیڈنٹ کے نام ہر ملک سے ہمدردی کے تار پہنچے۔ اور نہ صرف زبانی ہمدردی کے بلکہ انگلستان وغیرہ ہمسایہ ملکوں میں بھی چندہ شروع ہو گیا۔ مگر سب سے بڑھ کر قابلِ ذکر ہمدردی فرانس کے ہمسایہ جرمنی کی طرف سے ہوئی۔ جہاں سے ایک جماعت انجنیروں اور کان کنوں کی امداد کے لئے پہنچی۔ جس نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر بہت سی لاشیں اُدر نکال دیں۔ مُصیبت کا وقت بھی عجب وقت ہے۔ اُس وقت ہر شائستہ قوم اور ہر مہذّب شخص کا فرض ہے کہ دشمنی اور مخالفت کو نظر انداز کر کے اِنسانیت کا حق ادا کرے۔ اور جرمن جو فرانسیسیوں کے بڑے دشمن سمجھے جاتے ہیں اور جو اس وقت بھی مراکش میں اُن سے جھگڑ رہے ہیں۔ اس موقع پر پورے انسان ثابت ہوئے اور اُنکی اس عملی ہمدردی کی ہر طرف سے داد مل رہی ہے۔

خوشحالوں کی غفلت

خوشحال لوگ جو جاڑے میں اپنی انگیٹھی کے گرد بیٹھے کوئلے کی آگ تاپتے ہیں اور کہتے ہیں "کیسی طرب انگیز آگ ہے"۔ کیا جانیں کہ کوئلا کس محنت سے زمین سے کھود کر نکالا گیا ہے۔ اور کتنے غریب محنتی لوگوں نے اپنا لہو پانی کیا ہے۔ اس لئے کہ ان تن آسانوں کو آرام ملے۔ اُمرا جو ریل کے درجۂ اوّل کے گدیلوں پر آسایش سے لیٹے ہوُئے سفر کرتے ہیں۔ کب سوچتے ہیں کہ ریل جو انہیں ساٹھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے اُڑائے لئے جاتی ہے۔ کوئلے کے بل پر چل رہی ہے اور اگر انجن کے دوزخ کو کوئلے کا ایندھن نہ ملے۔ تو وہیں کھڑی ہو جائے۔ انہیں کیا خبر وہ مفلس جو محض نانِ شبینہ کے لئے جان پر کھیل کر اُنکی اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ کس حال میں ہیں۔ کل کا بنا ہوا خوشنما کپڑا پہنتے وقت کون سوچتا ہے کہ کوئلے کے بغیر دُخانی کلیں کیسے چلتیں اور ہم کوئلے کے میسّر آنے کے لئے کس کے مرہُونِ منّت ہیں۔ اِسی لئے تو اپنی مصیبت سے گھبرا کر بیچارے مظلوم کان کن سرمایہ داروں کے خلاف خیالات ظاہر کرنے لگے۔ اگر سرمایہ داروں کو اِن غریبوں کی جانفشانی کی قدر ہو تو وُہ اِن کے ساتھ اب سے زیادہ مہربانی کا سلوک کریں۔ مزدوری اب سے بہتر دیں۔ انکی حفاظت کی کوشش زیادہ کریں۔ اور جو جو احتیاطیں ایسے حوادث کے روکنے کے لئے ممکن ہوں سب عمل میں لائیں۔ چاہے انکے عمل میں لانے کے لئے صرفِ کثیر درکار ہو۔ کیونکہ لاکھوں روپیہ کا منافع جو سرمایہ دار لیتے ہیں۔ اس میں بہت کچھ اِن محنتی جان نثار مزدوروں کا حق ہے اور لازم ہے کہ حق دار کو حق پہنچاتے رہیں۔ ہندوستان میں بھی اب کوئلے کی کان کنی شروع ہے۔ فرانس کے کان کنوں کی اس مصیبتِ عظمیٰ سے سب جگہ کانوں کے مالک سبق لے رہے ہیں۔ ہندوستان کے مالکانِ معادن کو بھی غافل نہ رہنا چاہئے۔ چراغ جو کان کے اندر جائیں سب ڈھنپے ہوُئے ہونے چاہئیں۔ نکلنے کے رستے اور ہوا کے ذریعے

اب سے زیادہ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ انگریزی پارلیمنٹ کی نئی لیبر پارٹی یعنی مزدوری پیشہ جماعت کے قائم مقام فریق کے لیڈر مسٹر کے ہارڈی نے اس موقع پر اپنے پیامِ ہمدردی میں کیا خوب لکھا ہے :۔ "مَیں ذاتی طور پر واقف ہُوں کہ کان کے ایسے حادثے کی کیا مصائب ہوتی ہیں ۔ اِس لئے میرا دل بے اختیار آپ کے غم میں شریک ہوتا ہے ۔ ہم سب مزدوری پیشہ انگریز آپ سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں ۔ اور دُعا کرتے ہیں کہ خدا وہ دِن جلد لائے ۔ جب سائنس کی ترقی اور مالکانِ معادن کی ہمدردانہ انسانیت دونوں مل کر ایسے حوادث کا خاتمہ کر دیں (کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ مناسب روک تھام سے یہ رُک سکتے ہیں) اور ایسے افسوسناک واقعات قصّے کے طور پر ایک وحشیانہ زمانے کی یادگار سمجھے جانے لگیں"۔

قدرت سے لڑائی گو یہ واقع اس قسم کا ہے کہ اِسے سُن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں پس جن کو اس سے صدمہ پہنچا ہے اُن کا کیا حال ۔ تاہم انسان کی مجبُوریاں ایسی ہیں ۔ کہ تلاشِ رزق اُس سے بُری طرح کنوئیں جھکواتی ہے ۔ اِس لئے اِدھر تو بیچارے کان کن جو اس وقت جوش میں کام چھوڑ بیٹھنے پر آمادہ ہیں ۔ آخر کہے سُننے سے ۔ یا زیادہ اُجرت کے لالچ سے پھر اِن تاریک گڑھوں میں اُتر ینگے ۔ اُدھر دولت مند سرمایہ دار قدرت کے ساتھ جنگ جاری رکھنے پر تُلے بیٹھے ہیں اور یہ ناکامی اُنکو اِسی بات پر آمادہ کریگی کہ جس طرح بھی ممکن ہو ۔ قدرت کے خزانوں پر ہاتھ صاف کرتے رہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ حرص انسان کی فطرت میں ہے اور اس کا نچلا بیٹھنا ممکن نہیں ۔ شروع سے اسکی رفتارِ شوقِ ارتقا کی شہادت دے رہی ہے ۔ پہلے یہ قدرت کا دست نگر تھا ۔ درختوں کے پھل اس کی خوراک تھی ۔ درختوں کے پتے اس کا لباس ۔ قدرتی غاریں اس کا مسکن تھیں اور گوشۂ دشت اس کا مدفن ۔ قناعت کا خوگر تھا ۔ جو مانگتا تھا ۔ قدرت اُسے بخش دیتی تھی ۔ گرمی

سے گھبراتا تھا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسکی تسلّی کے لیے بھیجے جاتے تھے اور سردی سے ٹھٹھرنے لگتا تھا تو دھوپ اسے گرمی پہنچاتی تھی۔ ذرا ہوش سنبھالا تو ہاتھ پانو مارنے شروع کیے۔ زمین سے کہا کہ "بیکار پڑی رہتی ہو۔ ہمارے کام آؤ۔ ہم بیج بوئیں تم اُسکی حفاظت کرو"۔ قدرت نے دیکھا کہ لڑکا ہونہار ہے۔ اُس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے مینہہ کو حکم دیا۔ کہ اس کے کھیتوں کو پانی دے۔ سُورج کی خدمت مقرّر کی کہ انہیں پکائے۔ اِنسان نے ہنسی خوشی فصل سمیٹا تو اپنی کاریگری پر نازاں ہونے لگا۔ کچھ دِن بعد اَور پر پُرزے نکالے۔ کسی بہتی ندی کی آزادی میں خلل ڈالا۔ اسکا راستہ کاٹ کر اُس کا رُخ بدل دیا۔ لگی بیچاری کھیت کی آبیاری کرنے۔ لڑکا اَور پھولا۔ کہ اب تو قُدرت وقفِ خدمت ہو چلی۔ خیال آیا کہ نہر کا پانی زور سے بہ رہا ہے۔ اس زور سے کچھ کام کیوں نہ لیا جائے۔ ایک پن چکّی لگا دی۔ پانی لگا چکّی پیسنے۔ بھلا اب اِس ناز پروردہ لڑکے کا دماغ کیوں ٹھکانے رہتا۔ اپنے آپ کو قدرت کا حکمران سمجھنے لگا اور نت نئی تجویز قدرت کی قوتوں کو زیر کرنے کی نکالنے لگا۔ قدرت بھی بردباری سے سب گستاخیاں دیکھتی گئی اور درگذر کرتی گئی۔ یہاں تک کہ حضرتِ انسان نے قدرت کی سب سے پیاری پری برق کو شیشے میں اُتار لیا۔ پیام بری کا کام تو اُس سے لیتا ہی تھا۔ اب بے درد یہاں تک گھمنڈ میں آیا ہے کہ اُس کے دستِ نازک سے گاڑیاں کھنچواتا ہے۔ اور قدرت کو کھُلم کھُلا پیامِ جنگ دیدیا ہے۔ مگر آفرین ہے قدرت کے حلم و وقار پر۔ کہ اب بھی انسان کی گستاخیاں دیکھتی اور چشم پوشی کرتی ہے۔ ہاں کبھی کبھی جب اس کا ہاتھ بہت بڑھ بڑھ کر چلنے لگتا ہے تو تادیب کے طور پر چشم نمائی کر دیتی ہے۔ اور کوئی آفت ایسی بھیجتی ہے۔ جس کے آگے انسان کو عجز کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اِنسان قدرت کے دفینے کھودتا اور اُن سے مالا مال ہوتا ہے اور قدرت

چپ رہتی ہے۔ مگر آخر پردہ دری کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اور اُس حد سے گذرو تو قدرت اپنی قوت دکھاتی ہے۔ اور سینکڑوں ہزاروں گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ مگر ہے انسان دُھن کا پکا۔ ہمت نہیں ہارتا۔ برابر یہی کہے جاتا ہے کہ بڑھے چلو۔ چنانچہ فرانس میں اس شکستِ فاش کے بعد جو وہاں کوئلے کی کانوں میں قدرت کے ہاتھوں انسان کو ملی ہے۔ آخر یہی فیصلہ ہوا ہے۔ کہ جنگ ٹھنی رہے۔ مجروحین و مقتولین کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جائے۔ بیواؤں اور یتیموں کو مدد دی جائے اور سپاہی اس تہ زمینی جنگ کے لئے تیار ہوں۔ اِس فیصلے کو چاہے دلیر کہو چاہے گستاخ مگر ہے نوعِ انسان کی خدمت کے لئے خالی از فائدہ نہیں اور اس لئے اس عزم اور ہمت کی داد دینی پڑتی ہے۔ بوجھ اپنی طاقت سے بڑھ کر اُٹھانا تو حضرتِ آدم کا پُرانا شیوہ ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ باوجود اپنی ضعیفی کے اہم ذمہ داریوں کو مردانہ نباہنا بھی حضرت ہی کا کام ہے

شیوۂ خاص ہے یہ عام نہیں
جو نکمے ہیں اُن کا کام نہیں

عبدالقادر

جناب شمس العُلما مولوی سید علی بلگرامی ایم۔اے کی خداداد ذہانت اور قابلیت کے معترف انکی تصویر زیبِ ورقِ اول دیکھ کر یقیناً خوش ہونگے۔ گو اُن کے نام نامی سے ایک زمانہ آشنا ہو۔ لیکن انکی تصویر سوائے اُن لوگوں کے جو قدرتاً عرب دیکھ چکے ہیں۔ انکے قدردانوں تک نہیں پہنچی۔ اور اسی لئے ہمیں مسرت خاص ہے کہ آج یہ تصویر سید صاحب موصوف کی اجازت سے ہدیہ ناظرین مخزن کی جاتی ہے ✦

جاپان اور اُس کی حیرت انگیز ترقّی

یہ جاپان جس کا نام آج بچہ بچہ کی زبان پر جاری ہے ۔ یہ جاپان جس کی فتح کے کارناموں کا ڈنکہ آج چاردانگ عالم میں بج رہا ہے یہ جاپان جس کی تعریف کرتے کرتے آج اہل الرائے کے مُنہ خشک ہوئے ہیں۔ کوئی پچاس سال پیشتر گمنامی کے پردہ میں پنہاں تھا۔ اہل یُورپ کو اس ملک کا نام تک بھی سیّاح مارکو پولو کے سفرنامہ کی اشاعت (یعنی ۱۲۹۸ء) سے پہلے معلوم نہ تھا۔ مارکو پولو نے چین میں سُنا تھا کہ براعظم ایشیا سے پندرہ سو میل شرق کی جانب ایک بہت بڑا جزیرہ ہے چیپنگو نام جس کے باشندے گورے نہایت مہذب اور خوبصورت ہیں۔ مذہب بت پرستی ہے اور کسی کے دست نگر نہیں ہیں اُن کے پاس لاانتہا سیم وزر موجود ہے کیونکہ سونا اُن ہی کے جزیرہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی سیم وزر کے خیال نے اکثر یورپین اقوام کو اس جزیرہ کے پتہ لگانے کی تحریص کی چنانچہ کولمبس کا ارادہ اس جزیرہ تک پہنچنے کا تھا۔

جاپان کی اس گمنامی کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل جاپان قومی حیثیت سے فطرتاً علیحدگی پسند واقع ہوتے ہیں۔ اہل جاپان مملکت جاپان کو آسمانی بادشاہت سمجھتے تھے۔ دیگر ممالک کے باشندوں کو وحشی اور کم درجہ کے انسان شمار کرتے تھے۔ اور اُن سے رابطہ و اتحاد کسی قسم کا قائم کرنا خلاف شان اور غیر ضروری جانتے تھے۔ ان کا عقیدہ پیدائش انسان کے بارہ میں دلچسپی سے خالی نہیں اُن کے خیال کے مطابق آسمان و زمین کی ابتدا سے پیشتر تین دیوتا تھے۔ مرکز علوی ۔ اعلیٰ مقدس خالق دیوتو حیرت انگیز۔ یہ ہرسہ دیوتا خالی کے وجود میں آئے اور معدوم ہوگئے۔

جب زمین پانی پر تیل کے مانند تیرتی پھرتی تھی اُسوقت ایک چیز شاخ کی مانند اس میں سے اُگی اور اس میں سے دو دیوتا پیدا ہوئے۔ یہ دیوتا بھی عالمِ وجود میں آئے اور عدم کو چلے گئے۔ ان پانچوں دیوتاؤں کو معبودِ فلکی کہتے ہیں انکے بعد دو اور دیوتا پیدا ہوئے۔ یہ دیوتا بھی پیدا ہوئے اور فوت ہو گئے۔ اس کے بعد پانچ جوڑے دیوتاؤں کے پیدا ہوئے۔ ان میں ازناگی اور ازنامی کا بھی ایک جوڑا تھا۔ معبودہائے فلکی نے ازناگی اور ازنامی کو زمین کے مستحکم کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے وہ مختلف جزیرے بنائے جن پر جاپان مشتمل ہے۔ جزیرے بنانے کے بعد تینتیس اور دیوتا پیدا کئے۔ آخر کار اگنی دیوتا پیدا ہوئے۔ ازنامی اس موقع کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ اور مقامِ ارواح میں چلے گئے۔ ازناگی کو بہت رنج ہوا اور اس کے قطرہائے اشک سے ایک اور دیوتا پیدا ہوا۔ غصہ میں ازناگی نے اپنے خنجر سے اگنی دیوتا کا سر کاٹ ڈالا۔ اس خون سے جو دھار پر لگا تین دیوتا پیدا ہوئے میان کے خون سے تین دیوتا۔ انگلیوں سے جو خون نکلا اس سے دو دیوتا اور آٹھ مقتول دیوتا کے سر اور جسم سے پیدا ہوئے۔ ازناگی نے ارادہ کیا کہ مقامِ ارواح میں جا کر اپنی بی بی سے ملاقات کرے۔ قلعہ کے دروازے پر آکر ازنامی نے ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد مقامِ ارواح کے دیوتاؤں کے پاس مشورہ کے لئے گئے لیکن یہاں دلِ عاشق میں صبر کہاں تھا ذرا سی دیر بھی پہاڑ معلوم ہوئی اپنے کنگھے کا ایک دندانہ توڑ کر مشعل بنالی اور اندر داخل ہوا۔ وہاں کی حالت اور نفرت انگیز خرابیاں دیکھ کر گھبرا گیا اور اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ وہاں کی کثافت دور کرنے کے لئے جزیرہ سکشی کے ایک چشمہ پر پہنچا۔ اپنے کپڑے وغیرہ اُتار کر رکھے جن سے بارہ دیوتا پیدا ہوئے نہانے میں بھی بیسیوں دیوتا پیدا ہوئے۔ جب بائیں آنکھ دھوئی

تو سورج دیوی پیدا ہوئی - اور جب بائیں آنکھ دھوئی تو چاند دیوتا پیدا ہوئے - اور جب ناک دھوئی تو ایک اور دیوتا پیدا ہوا جس کا نام نر دیوتا رکھینگے - سورج دیوی کو عرصہ فلکی کا انتظام سپرد کیا اور چاند دیوتا کو مملکتِ شب سپرد کی اور نر دیوتا کو وسعتِ بحر کا حاکم بنایا لیکن نر دیوتا ہیں کہ روئے ہی جاتے ہیں - ازناگی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو تو جواب دیا کہ اپنی ماں کے پاس مقام ارواح میں جانا چاہتا ہوں - چنانچہ ازناگی نے اسکو جلاوطن کر دیا مگر اُنہوں نے کہا کہ میں اپنی بہن سورج دیوی سے بغیر ملے نہ جاؤنگا - وہاں پہنچے تو کسی بات پر بھائی بہنوں میں تکرار ہوگئی اور سورج دیوی نے اپنے محل کا دروازہ بند کر لیا - ہر جگہ اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا نالہ و زاری کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی تب تو ہزاروں دیوتا ایک بڑے دیوتا معبودِ تخیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد چاہی کہ کسی طرح سورج دیوی کو پھر باہر نکالیں - بہت سے غور و فکر کے بعد اس دیوتا کی صلاح کے مطابق سب سامانِ خوشی مہیا کیا گیا - ناچ رنگ شروع ہوا - اور قہقہے کے نعرے بلند ہوئے - جب سورج دیوی نے یہ خوشی کے نعرے سنے تو نہایت متعجب ہوئی - دروازہ کھول کر وجہ دریافت کی - لوگوں نے جواب دیا کہ اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ تم سے بھی زیادہ خوبصورت دیوی ہاتھ آگئی ہے - اور ایک آئینہ اُس کے منہہ کے سامنے کر دیا حیرت میں آکر اُس نے قدم آگے بڑھایا اور اُنہوں نے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا اور آسمان و زمین پھر روشن ہو گئے - نر دیوتا کو تمام دیوتاؤں نے ملکر یہ سزا دی کہ وہاں سے جلاوطن کر دیا - چنانچہ نر دیوتا دریائے ہائی پر پہنچے وہاں ایک بڈھا اور بڑھیا اور ایک لڑکی بیٹھے ہوئے رو رہے تھے - وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ہر سال ایک اژدہا آتا ہے اور بڈھے بڑھیا کی ایک لڑکی کو لیجاتا ہے اور اب پھر اُس کے آنے کا وقت ہے - نر دیوتا نے کہا کہ اگر میں تمہاری لڑکی کو بچا لوں

تو کیا اسکی شادی میرے ساتھ کردو گے بڈھے بڑھیا نے بخوشی منظور کرلیا نر دیوتا نے اژدہا کو مار کر لڑکی کے ساتھ شادی کرلی اور محل بنا کر اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور زمین پر امن و امان ہوگیا۔ فلکی دیوتاؤں نے یہ دیکھ کر اور بہت سے دیوتا نسل جاپان دیوتا کے زمین پر بھیجے۔ اس دیوتا کے تین بیٹے ہوئے۔ فعرشاہن مچھلی کا شکار کرتا تھا اور پرنس فارسب سایڈ کے پاس سے پرنس فارشاہن کا کانٹا کھو گیا پرنس فارشاہن اپنا ہی کانٹا واپس لینے پر زور دیتا تھا اور کسی معاوضہ پر راضی نہ ہوتا تھا۔ اس کانٹے کی تلاش میں نمک دیوتا سے ملاقات ہوئی اور اس نے سمندر دیوتا کے پاس جانے کی صلاح دی آخر کار سمندر دیوتا کی لڑکی سے شادی کی اور پرنس فارشاہن کا کانٹا اس کی مدد سے قعرِ سمندر سے نکلوایا۔ پانچسو اسی برس تک جیتا رہا۔ جس کی اولاد سے جموں اول شاہنشاہِ جاپان سمجھا جاتا ہے۔

پیدائشِ جاپان کے متعلق ایسے ایسے خیالات خواہ کیسے ہی غیر معتبر اور قابلِ ضحکہ ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ اہلِ جاپان کی زندگی اور انکے ملک کی تاریخ پر انکا بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ ہندوستان کے بعض قدیم بادشاہوں کی نسبت بھی بعض روایتیں ایسے ہی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ یہی روایتیں تو ہیں جن سے جاپان کے ایشیائی قوم ہونیکا ثبوت ملتا ہے اور جن کے مطالعہ سے اگر کچھ اور فائدہ نہیں تو اتنا تو ضرور ہو کہ ایک قسم کی ہمدردی اور رشتہ یگانگت کا خیال ہم کو جاپان کے ساتھ پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ جو جاپان کی فتحیابیوں پر مسرت کے نعرے بلند کر رہے ہیں اس کی زیادہ تر یہی وجہ یگانگت کا خیال ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ روس ہماری سرکارِ انگریزی کا رقیب ہو اسمیں شک نہیں کہ جاپان نسبتاً کمزور سمجھا جاتا ہے اور انسان کی ہمدردی کمزور کے ساتھ ہوا کرتی ہو۔ لیکن ہماری جاپان کے ساتھ ہمدردی کی بڑی وجہ انکا ایشیائی ہونا ہو۔ جبکہ بعض

محققان یورپ یہ رائے دے رہے ہیں کہ فطرۃً ایشیائی قومیں یورپین قوموں کے مقابلہ میں بہت نیچے گری ہوئی ہیں اور کسی طرح انکی ہمسری نہیں کرسکتیں ایک چھوٹی سی ایشیائی طاقت کا ایک عظیم الشان یورپین سلطنت کے دانت کھٹے کردینا گویا ایشیائی اقوام کی ناک رکھ لینا ہے۔ اور ہم جاپانی فتوحات پر جس قدر فخر و ناز کریں بجا اور درست۔ اس مضمون سے میرا منشا یہ ہے کہ ایک ایسے ملک کی بابت جس نے آج کشمکش ہستی اقوام میں ایشیا کی عزت رکھ لی ہے کچھ واقعات لکھوں۔ تاکہ جنگِ روس و جاپان میں ناظرین پہلے سے بھی زیادہ دلچسپی لے سکیں۔ جاپان کی وسعت ایک لاکھ اکسٹھ ہزار مربع میل ہے اور اس کی آبادی چار کروڑ چالیس لاکھ ہے۔ گویا پنجاب سے دگنی۔ قریباً پندرہ بڑے بڑے جزیرے اس میں شامل ہیں۔ چھبیس بڑے بڑے بندرگاہ ہیں۔ زمین پہاڑی ہے۔ بہت سے پہاڑ آتش فشاں ہیں۔ اور اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ دریا بے شمار ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے سیل اکثر آتے رہتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ جھیلوں میں جھیل بیوا قابلِ بیان ہے جس کے اردگرد ایسا خوشنما نظارہ ہے جو سیاحوں کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہی حال جھیل ہاکون کا ہے۔ ہر قسم کی دھات اور پتھر یہاں پائے جاتے ہیں۔ اول اول ۷۴۹ء سنہ شاہنشاہ شوموکے عہد میں اس جگہ سونا دریافت کیا گیا۔ آب و ہوا ہر قسم کی پائی جاتی ہے۔ مگر زیادہ تر معتدل ہے اور بلیک کرنٹ سے آب و ہوائے جاپان پر وہی اثر پڑتا ہے جو گلف سٹریم سے آب و ہوائے انگلستان پر۔ چاول اہلِ جاپان کی مرغوب خوراک ہے۔ جاپانی جنگل نہایت شاداب ہیں۔ نارنگیاں۔ سیب۔ اخروٹ۔ انگور۔ بیر۔ ناشپاتی یہ سب پھل وہاں ہوتے ہیں ۷۹۹ء سنہ میں ہندوستان سے روئی کا پودہ بھی جاپان میں پہنچ گیا۔ کافور کا درخت۔ جانور ہر ایک قسم کے ہوتے ہیں۔ گھوڑا بیل۔ کتے۔ بلی۔ ہرن وغیرہ۔ سواری کے لئے جن رکشا بہت استعمال کیجاتی ہے۔ ریل

بھی اکثر حصوں میں جاری ہے۔ سڑکیں بیشمار ہیں۔

اکثر اقوام کی تاریخ کی طرح جاپان کی ابتدائی تاریخ بھی تاریکی میں نہاں ہے۔ ۲۸۴ء سے پہلے تو مدون تاریخ ہو ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ تحریر اور چھاپہ کا فن ۲۸۴ء میں چین سے لیا گیا جاپانی تاریخ کی سب سے پرانی کتاب کوجکی ہے جو ۷۱۲ء میں مکمل ہوئی۔ دوسری تاریخ نہانگی ۷۲۰ء میں۔ تیسری کتاب مذہب شنٹو کا قانونِ رسوم ہے جس سے جاپان کے ابتدائی حالات پر کچھ کچھ روشنی پڑتی ہے۔ پس نویں صدی سے پیشتر جس قدر حالات معلوم ہوتے ہیں وہ تاریخ کے رتبے سے گرے ہوئے ہیں۔ جاپان کی تاریخ کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ زمانہ جو کتب کوجکی اور نہانگی کا ہے۔ ۱۱۹۲ء میں فوجی جماعت پیدا ہوئی تاکہ وحشیوں کے حملہ سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اب ایک سپہ سالارِ اعظم یعنی شوگن کا عہدہ قرار پایا۔ مختلف خاندان یہ کوشش کرتے رہے۔

جاپان میں ایسے عمدہ عمدہ نظارے ہیں۔ کہ سیاحوں کا دل انکو دیکھنے سے کبھی نہیں بھر سکتا۔ جاپانی لوگ صاف خوش مزاج اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یہاں کے باشندے نہ تو شراب خوار ہیں اور نہ جھگڑالو۔ اگر کبھی کسی قسم کا جھگڑا ہو بھی جاتا ہے تو وہ آپس میں شریفانہ طور پر اُسکو رفع دفع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ جاپانیوں کا یہ خاصہ ہے کہ غصے میں غل غپاڑہ نہیں مچاتے اور نہ قسما قسمی کی نوبت آنے دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا خوبیاں نہ صرف جاپان کی اعلیٰ قوموں میں پائی جاتی ہیں بلکہ ادنیٰ قوموں میں بھی موجود ہیں۔ جاپان میں بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو غصے میں مار بیٹھے۔ کیونکہ ایسی ذرسی بات کی بھی سخت سزا ملتی ہے۔ جاپانی لوگ کھانے کی طرف سے کچھ لاپروا ہوتے ہیں۔ اگر انہیں دو تین گھنٹے دیر کے بعد بھی کھانا ملے تو وہ بے صبرے نہیں ہوتے۔ جاپانی بڑے سادہ طبیعت کے ہوتے ہیں۔ وہ ہر جگہ جہاں توشک بچھی ہوئی ہو بلا تامل

سو جاتے ہیں۔ جاپان میں ہر قسم کی مفید تعلیم دیجاتی ہو اور وہاں اس مطلب کے لئے سکول اور کالج قائم ہیں تعلیم انگریزی اصولوں پر دیجاتی ہو۔ وہاں کے طلبا نہایت ذہین ہوتے ہیں اور انکو تحصیل علم کا بہت شوق ہو۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں امیر البحر پیری معہ چار عظیم الشان جہازوں کے بندر یوریگا پر یوکوہاما کے متصل وارد ہوا۔ اس امیر البحر کو دولت متحدہ امریکہ نے اس غرض سے بھیجا تھا کہ جاپان کے بندرگاہوں میں تجارت امریکہ کے لئے راستہ کھلجائے۔ کلیفورنیا میں سونے کی کانیں دریافت ہونے سے اہل امریکہ کو ضرورت پیش آئی کہ چین سے رابطہ تجارت قائم کرے اور اس لئے یہ ضروری ہوا کہ جاپان کو سدِ راہ بننے سے روکا جائے امیر البحر پیری کو ہدایت تھی کہ جہانتک ہوسکے مصالحت سے کام لے اور فوجی طاقت کے ڈراوے سے کام نکالے۔ اس ناگہانی دشمن کے اچانک موجود ہوجانے سے اہلِ جاپان میں وُہ کھلبلی پڑی کہ جس کی کچھ انتہا نہیں۔ لیکن بمصداق

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایۂ دکانِ شیشہ گر سنگ است

اس بیرونی دشمن کے خطرے سے جیسا کہ میں آگے ذکر کرونگا بہت سی پولیٹکل گتھیاں خود بخود سلجھ گئیں اور اہل جاپان میں اتفاق اور یکجہتی کی بنیاد پڑگئی اور قومیت کی مستحکم اور عالیشان عمارت جسکو آج آپ دیکھکر حیران ہیں اُسی بُنیاد پر کھڑی ہو۔ اسوقت جاپان میں دو فریق پیدا ہوگئے ایک تو وہ لوگ جو اس بات کے حامی تھے کہ غیر طاقتوں کو مملکتِ جاپان میں دخل دیدیا جائے اور دوسرے وُہ لوگ تھے جو انکا خارج رکھنا قرین مصلحت سمجھتے تھے۔ قبل الذکر کا نام ہائی کوکو یعنے فرقہ داخلیہ تھا اور موخر الذکر کا نام جو آئی یعنے فرقہ خارجیہ تھا۔ شوگن پہلے فرقہ کا حامی تھا مگر بہت سے طاقتور اعیان وامرا اور عوام الناس شوگن کی بے اعتدالیوں سے ناراض ہوگئے تھے اور اس بات

کے نے خواہاں تھے کہ ساری طاقت شہنشاہ کے ہاتھ آجائے اور اس سبب سے اور بعض ذاتی کاوشوں کی وجہ سے شوگن کی رائے کی مخالفت کرنیکا انہیں یہ ایک اچھا موقع حاصل ہوگیا۔ جاپان کے تعلیم یافتہ گروہوں میں بھی یہ خیال جاگزین ہوگیا تھا کہ شوگن محض غاصب ہیں اور ہرگز اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ انتظام مملکت اُن کے ہاتھ میں چھوڑا جائے۔ اشاعت علم کی وجہ سے یہ خیال بھی پھیلتا جاتا تھا کہ مذہب شنٹو کو اور اس کے ساتھ شہنشاہ کو اور اس کی دینی اور دنیاوی عظمت کو جو عرصہ سے اگر مر نہ چکی تھی تو معطّل تو ضرور ہو گئی تھی دوبارہ زندہ کیا جائے اس لئے فرقہ خارجیہ کو فرقہ احیائی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس فرقہ کا بڑا حامی سردار میٹو تھا۔ جس کی صاف گوئی اور زورِ قلم نے معاملات کو روبراہ کرنے میں آخر کار بہت کچھ مدد دی لیکن ۱۸۶۸ء تک اس مدبر زمانہ کی کوششوں کا پھل کچھ نہ نکلا۔ اس زمانہ کو خود اہلِ جاپان عہد ابتری کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں ممالکِ غیر مثلِ امریکہ انگلستان روس ہالینڈ وغیرہ کو جاپان کے بندرگاہوں میں کسی قدر دخل حاصل ہوگیا۔ اور تجارت خاص خاص شرائط کی پابندی کے ساتھ کھل گئی۔ اکثر طاقتوں کے ساتھ شوگن نے صرف اپنے اختیار سے عہد نامے کر لئے جنکو ممالکِ غیر نے کافی سمجھ لیا لیکن اہلِ جاپان بحیثیتِ قوم شوگن کو ہرگز ایسے عہد نامے کر لینے کا مجاز خیال نہ کرتے تھے چنانچہ آئی کمانوں کامی شوگن ۱۸۶۱ء میں قتل کیا گیا اور اس کے بجائے شاہزادہ میٹو کا بیٹا ہاٹسٹاٹ سوباشی شوگن بنا۔ اِس زمانہ میں غیر ملک کے لوگ بھی خطرہ سے محفوظ نہ تھے۔ اہلِ جاپان میں سے منچلے لوگ موقعہ پاکر ان پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے یہ لوگ کسی امیر اُمرا کے ماتحت نہ تھے اور نہایت خودسری اور سرکشی کے ساتھ جو چاہتے تھے کر گذرتے تھے۔ اس وقت اہلِ جاپان نے بحیثیت قومی اپنی مجبوری اور اُفتادگی کا اندازہ کیا اور اپنی خراب حالت کو دیکھ کر ایک تعجب انگیز

استقلال اور مضبوطی کے ساتھ تہذیب مغربی سیکھنے اور دیگر ممالک کے ساتھ ہمسر ہونے کے لئے عزم بالجزم دکھایا۔ ۶۳-۱۸۶۲ء میں امریکہ اور انگلستان کی سفارتوں پر یورشیں ہوئیں اکثر افسر مارے بھی گئے۔ چنانچہ ۱۸۶۲ء میں خود شہنشاہ نے اپنے گوشۂ عزلت سے نکل کر ممالکِ غیر کے مسئلہ کو حل کرنا چاہا چنانچہ شوگن کو ہدایت کی گئی کہ بڑے بڑے اعیان و اُمرا کو بلا کر ایک کانفرنس کیجائے۔ لیکن اس کانفرنس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا بلکہ اتّفاق یہ ہوا کہ مسٹر ریچرڈسن کو جس نے ایک امیر شمازو نامی کو سلام کرنے میں پہلوتہی کی تھی زخمی کیا جس کی وجہ سے انگریزوں کو ۱۸۶۳ء میں کاگوشیما پر حملہ کرنے کا عذر ہاتھ آیا۔ یہ دیکھ کر شمازو نے بہت سے طالب علم یورپ میں اپنے خرچ سے بدیں غرض بھیجے کہ وہاں جاکر مغربی فنِ حرب اور دیگر فنون سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک کو زور آور بنائیں۔ دُوسری دفعہ شہنشاہ نے خود ایک کانفرنس مجتمع کی تاکہ تعلّقات ممالکِ غیر کے اہم مسئلہ کو طے کیا جائے۔ اس کانفرنس میں شوگن بھی شامل تھا اور گویا اسکی شمولیت ہی اس بات پر دال تھی کہ عملی طور سے نظامِ مملکت کی باگ وہ شہنشاہ کے ہاتھ میں دینے کو تیار ہے۔ اس کانفرنس میں کثرتِ رائے سے یہ بات قرار پائی کہ ممالکِ غیر سے قطع تعلق کیا جائے۔ چنانچہ شوگن کو حکم دیا گیا کہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ شوگن نے اس حکم کی اطلاع تو ضرور غیر طاقتوں کو پہنچا دی مگر اور کچھ تعمیل نہ کی۔ فرقۂ خارجیہ کو یہ بات ناگوار گذری اور چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ امریکہ اور ڈچ جہازوں نے بہت کچھ انتقام لیا اور تمام غیر طاقتوں نے ملکر جاپان کو نیچا دکھانے کا بیڑا اُٹھایا۔ آخر کار ۱۸۶۵ء میں یہ معاملہ اس طرح طے پایا کہ اُن عہدنامجات پر جو شوگن نے کئے تھے شہنشاہ کے دستخط کرائے جائیں۔ ۱۸۶۶ء میں شوگن ہٹات سوباشی کا انتقال ہو گیا اور شہنشاہ کامی بھی رحلت کر گئے اور ۱۸۶۷ء میں موجودہ شہنشاہ زیب دہ تختِ سلطنت ہُوئے۔

اسی سنہ کے آخر میں شاہزادہ ٹوزا نے سے تئے شوگن کو بڑے زور سے صلاح دی کہ عنانِ حکومت بہمہ وجوہ شہنشاہ کے سپرد کر دے۔ چنانچہ شوگن نے اس بات کو منظور کر لیا اور اپنے ایک دوست کو ایک خط میں یہ لکھا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے قانون اس زمانہ میں جبکہ غیر ممالک کے ساتھ تعلقات روز بروز بڑھتے جاتے ہیں کبھی قائم نہیں رہ سکتے۔ تاوقتیکہ عنانِ حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں دیدی جاوے اور ملک کے فائدہ کے لئے سب سے بڑی خدمت جو میں کر سکتا ہوں یہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی غیر محدود طاقت عظمت حشمت و دولت اور شان جو نسلاً بعد نسلٍ اس کو حاصل تھی اور جسکو وہ اپنے قبضہ میں رکھ سکتا تھا ملک پر سے قربان کر دی۔ اور اپنے ملک کی ضروریات کو سمجھ کر خاندانی جان نثاری دکھائی اور اس طرح حکومت سے دست بردار ہونے میں وہ نظیر قائم کی جس کی مثال دنیا میں مشکل سے ملیگی۔ شہنشاہ نے شوگن کا استعفا منظور کر لیا اور جنوری سنہ ۶۸ میں فرمانِ شاہی کے رو سے عہدہ شوگن موقوف کیا گیا۔ اس وقت سے جاپان کے نظم و نسق میں ایک عجیب و غریب انقلاب ظاہر ہوتا ہے۔ باوجودیکہ جاپانی شہنشاہ مطلق العنان ہوتا تھا گو اس کی طاقت زارِ روس سے بھی کئی درجہ زیادہ سمجھی جاتی تھی گو اسکو انسان سے بالاتر دیوتاؤں کا جانشین سمجھا جاتا تھا گو اس کے اشارہ ابرو کے ساتھ بلا پس و پیش بلا وجہ دریافت کئے ہر ایک جاپانی اپنی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالنے کو فخر سمجھتا تھا اور فخر سمجھتا ہے تاہم اس شہنشاہ مقتدر نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے تخت کے سامنے سنہ ۱۸۹۹ میں حلف اُٹھائے اور طریقہ انتظامِ مملکت کی نسبت اپنی رعایا سے وعدہ کرے۔ چنانچہ اسی وعدہ میں یہ پانچ باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) یہاں ایک مجلسِ شورہ قائم کیجائیگی اور تمام معاملات کثرتِ رائے سے فیصلہ کئے جاینگے

(۲) تمدنِ ملکی کے اصُول رعایا کے ادنیٰ اور اعلیٰ طبقات دونوں کو مطالعہ کرنیکا حق ہوگا۔

(۳) ہر شخص کو تمام نیک ارادوں میں کامیاب ہونے کے لئے مدد دیجائیگی۔

(۴) تمام بیہودہ رسُوماتِ قدیمہ منسوخ کیجائینگی اور اُس عدل و انصاف سے کام لیا جائیگا جو عمل قانون قدرت سے ظاہر ہیں۔

(۵) اساسِ مملکت مستحکم کرنے کی غرض سے اصُولِ علم و حکمت تمام ممالک رُوئے زمین سے تلاش کئے جائینگے۔ (باقی آئندہ)

میرے رُفقا کون ہیں؟ کتابیں۔ جنکی صحبت میرے لئے نہایت خوشگوار ہے۔ وہ ہر زمانے کے ہیں اور ہر ملک کے انھوں نے فن تدبیر میں بھی نام پایا ہے اور میدانِ جنگ میں بھی۔ اور دیگر علوم سے متبحر ہونیکی وجہ سے بہت سے اعزاز حاصل کئے ہیں۔ مَیں جسوقت چاہوں اُنکے پاس جاسکتا ہوں۔ کیونکہ وہ ہر وقت میرے پاس موجود ہیں۔ اور جب چاہوں اپنے پاس بلا سکتا ہوں اور علیحدہ کر سکتا ہوں۔

میرے لئے وہ کبھی بھی بارِ خاطر نہیں ہوتے اور جب کوئی سوال کر بیٹھتا ہوں تو فوراً جواب دیتے ہیں۔ بعض زمانۂ سلف کے واقعات من وعن بیان کرتے ہیں اور بعض اسرارِ قدرت کا دفینہ میرے سامنے لا کر رکھدیتے ہیں۔ بعض مجھے بتاتے ہیں کہ طرزِ معاشرت کس طرح ہونی چاہئے اور بعض مجھے اس دار المحن کے بے بقا ہونیکی اطلاع دیتے ہیں۔ اور بعض میرے تفکرات کو مجھ سے دور کرکے مجھے ہر وقت بشاش و ہشاش بنائے رکھتے ہیں اور بعض میرے دل کو طمانیت اور قوت بخشتے ہیں۔

غرضیکہ دنیا بھر کے علوم و فنون کی دلچسپیاں میرے لئے مہیا کرتے ہیں اور مَیں ہر ضرورت کے وقت ان سے مشورہ کرتا ہوں اور ان پر پُورا اعتماد رکھتا ہوں مگر لطف یہ ہے کہ ان تمام احسانات کا بدلہ وہ مجھ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتے کہ مَیں انکو اپنے گھر کے کسی کونے میں جگہ دوں۔ جہاں وہ آرام سے ایک با امن زندگی بسر کریں کیونکہ میرے یہ دوست سوسائٹی کے شور و شغب پر خلوت اور تنہائی کی زندگی کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

مکتوباتِ آزاد

آزاد کا کلام عموماً رنگِ تکلف سے آزاد ہے۔ مگر ان خطوط کی بے ساختگی جو ہمیں خوش قسمتی سے مل گئے ہیں اور جنہیں ہم باقساط چھاپیں گے خصوصیت سے قابلِ داد ہے۔ یہ خطوط طرزِ تحریر کے اعتبار سے اُردو خط نویسی کا عُمدہ نمونہ ہونے کے سوا یہ بڑی خوبی رکھتے ہیں کہ شغلِ تصنیف کے متعلق ہیں اور ان میں پروفیسر محمد حسین آزاد کی مشہور تصانیف پر ایک خاص روشنی پڑتی ہے۔ کہیں آبِ حیات کا ذکر ہے۔ کہیں نیرنگِ خیال کا۔ کہیں سخندانِ پارس کی تیاری ہے۔ کہیں دربارِ اکبری کا تہیہ۔ انکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی محنت۔ کس قدر تلاش اور کیسے وسیع مطالعہ کے نتائج ہیں جن سے ہم فیضیاب ہو رہے ہیں۔ علاوہ بریں ان خطوط میں بعض نئی اور مفید معلومات فاضل مصنف کی سوانح عُمری کی بابت موجود ہیں۔ جنکی قدر محتاجِ بیان نہیں۔ یہ مکتوبات میجر سید حسن بلگرامی صاحب بالقابہ کے نام ہیں۔ میجر موصوف نواب عماد الملک مولوی سید حسن بلگرامی کے برادر عزیز اور بلگرام کے مشہور خاندان کے رُکن ہیں۔ آپ انڈین میڈیکل سروس کے سند یافتہ ہیں اور دیر تک فوجی ڈاکٹر رہے ۔ سنہ ۱۸۸۲ء اور ۸۳ء میں حُسنِ اتفاق سے میجر صاحب بسلسلۂ ملازمت امرتسر میں مقیم تھے اور چونکہ خود ذی علم تھے۔ اِس لئے انکی علم دوستی پروفیسر آزاد سے رشتۂ اُلفت قائم اور اُستوار ہونیکا وسیلہ بنی۔ اور اس خط و کتابت کا باعث ہوئی جسکو اب ہمیں انکی اجازت سے شائع کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ میجر صاحب اس بیش بہا خط و کتابت کو نہایت عزیز رکھتے ہیں اور اسی لئے یہ خطوط اُنکے پاس آج تک محفوظ رہے ہے۔ اور چونکہ یہ ذاتی خط و کتابت

تھی - اس لئے اسکی اشاعت میں متامل تھے - لیکن آخر یہ خیال غالب آیا - کہ پروفیسر آزاد کے حالات پبلک کا مال ہیں - اور اُن کے کلام کے شیدائی حق رکھتے ہیں کہ اُنکی جو تحریر میسر ہو - اُس سے فائدہ اُٹھائیں - خصوصاً اس صورت میں کہ زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے اُنکے جیتے جی انہیں ہم سے جدا کر رکھا ہی - اور ایک طویل علالت اُنکے اُن تھک قلم کو بیکار کئے ہوئے ہی - ہم میجر سید حسن صاحب کی اس عنایت کے ممنون ہیں - اور اس سلسلہ خط و کتابت کو چھاپنا شروع کرتے ہیں - افسوس صرف اتنا ہے کہ یہ سلسلہ مختصر ہے اور جلد ختم ہو جائیگا - لیکن اگر ایسے ہی دو چار اور مجموعے کسی کے پاس نکل آئیں تو اِن سے مولانا آزاد کی ایک معقول سوانح عمری مرتب ہو سکتی ہے - اگر کوئی صاحب ایسے اور مکتوبات بہم پہنچا ئینگے تو اُردو خوان جماعت پر احسان کرینگے - کیونکہ ان مکتوبات میں اُردوئے معلّٰی کا مزا آتا ہی:-

(عبد القادر)

عالی جناب من دام اجلالکم

تسلیم - عنایت نامہ باعثِ اعزاز ہوا - رات کو دس بجے میں گھر پہنچا - اسوقت خطوط اور کارڈوں کا انبوہ سامنے ہی - دل دربار میں ہے اور دو دو حرفوں میں سب کو ٹال رہا ہوں - آپ کی تحریر کا جواب فرصت چاہتا ہی - مجھے کہاں ؟ یہ تو آپ کو معلوم ہی کہ ماثرالامرا اور سوانح اکبری کسی زمانہ میں دیکھی تھیں - یہاں تلاش کتی اور نہیں ملتی تھیں - چند مقاموں میں پُرانی کتابوں کا پتہ لگا تھا - ۲ دن میں بھاگا بھاگ گیا اور دوڑا دوڑ آیا - جو جو کچھ ہاتھ لگا اُسے دیکھتا گیا - اور یادداشتیں لیتا گیا - ماثرالامرا بھی مل گئی - شکر کا مقام ہی کہ جو کچھ میں نے دانہ دانہ اور قطرہ قطرہ کر کے جمع کیا ہی - وہ ماثرالامرا سے بہت زیادہ نکلا - پھر بھی حق سے گذرنا کفر ہے - ہر شخص کے حال میں تین تین چار چار نکتے مل گئے اور اچھے

مل گئے۔ سب سے زیادہ یہ ہی کہ اب جو دربار اکبری کا مشاہدہ کریگا۔ یہ نہ کہہ سکیگا کہ آزاد کو ماثر نہیں ہاتھ آئی۔

دونو صورتوں کی تفصیل آپ اب پوچھتے ہیں۔ افسوس۔ دیباچہ لکھنے کی نوبت ابھی کہاں آئی۔ خدا وہ دن کرے۔ دو صورتیں یہ کہ ایک تو وہی معمولی طریقہ کہ ایک نسخہ پہلے ممدوح کو بھیجا۔ اور استمزاج کیا۔ ممدوح نے منظور فرمایا۔ مصنف نے شکریہ ادا کیا۔ دوسری صورت کا مضمون آئینۂ خیال میں ایک تصویر موہوم ہے۔ اور اس وقت فرصت مفقود۔ اچھا میں خلاصہ خلاصہ قلمبند تو کرتا ہوں۔ دیکھوں کچھ رنگ دیتا ہے یا نہیں۔ اس کا مضمون یوں تصور فرمائیے۔ کہ جب اس موقع پر آب و رنگ اپنی دستکاری خرچ کر چکے تو عالم بالا کے پاک نہاد زمین پر اتر آئے۔ دسوں عقلیں پانچوں حواس۔ غور فکر وہم خیال وغیرہ وغیرہ سے انجمن منعقد ہوئی۔ مانی و بہزاد کی روحوں نے اس کے سامنے ادب سے سر جھکایا۔ پہلا امر یہ پیش ہوا کہ یہ دربار کہاں سجایا جائے سب نے دوربینیں اٹھائیں اور شش جہت میں نگاہیں دوڑائیں۔ کہیں موقع کی جگہ نظر نہ آئی۔ مگر وہ ایوانِ عالیشان وغیرہ وغیرہ۔ وہم نے اعتراض کیا۔ کہ جب تک ممدوح سے اجازت نہ حاصل ہو۔ ایسی جسارت زیبا نہیں آزاد نے کہا۔ سحر کا نور۔ شفق کی سرخی۔ صبح کا عالم۔ جب نظر آتا ہے۔ اہلِ دل کہتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ صبا و نسیم پھولوں کی شمیم لاتی ہیں۔ دل کہتا ہے صلِ علیٰ۔ اس میں آفتاب سے اجازت اور اس میں خسروِ گل سے استمزاج کون کرتا ہے۔ میں نے ایسا ممدوح یہاں پایا۔ اسی کے دامنِ اقبال سے وابستہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسے سب نے تسلیم کیا۔ اب عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

میری دانست میں یہ بھی ایک نیا مضمون ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں۔

۳۔ جنوری سنہ ۸۳ء یوم چہارشنبہ

عالی جناب من ادام اللہ اقبالکم و ضاعف اجلالکم

تسلیم۔ خدا آپ کو خوش رکھے کہ مجھ گنہگار کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ کیا کہوں! دس دن کی چھٹی ہوئی تھی۔ باتیں کرنے کو بہت جی چاہتا تھا۔ چاہا کہ حاضر خدمت ہوں۔ پھر کہا کہ چار سطریں ہی صاف ہونگی۔ اکٹھی ہی باتیں کر لینگے۔

گھوڑا حاضر ہے۔ یارکندی یابو ہے مشکی رنگ ہے۔ شائستہ۔ سنجیدہ۔ متین۔ "سولائزڈ"۔ اتنی کوتاہی ہے کہ میں تو اپنے حال میں مبتلا ہوں۔ اسکی غور و پرداخت کی فرصت نہیں ملتی۔ تاریخ اور وقت ضرور لکھ بھیجئے کہ کب تشریف لائیگا۔

. . . .

کتاب النسوان انگریزی کا حال جو تحریر فرمایا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ خدا اس دربار سے فارغ کر دے تو آپ سے سرخرو ہوں۔ مجھے دل سے خیال ہے۔ آپ کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔

محمد حسین۔ آزاد

دربار اکبری کاتب سے بھی لکھواتا ہوں۔ آپ بھی لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے کچھ ہو جائے۔ اب خدا کے فضل سے کئی حال آپ کے سنانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ فیضی کے حال پر نظر ثانی کی تو مذہب کے سلسلہ میں مجھے خیال آیا تھا کہ دیکھئے آپ اور آپ کے بھائی صاحب اسے سنکر اور پڑھ کر کیا فرماتے ہیں۔ خدا وہ وقت دکھائے۔

وصل اس کا خدا نصیب کرے

میر۔ جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

آزاد۔ تاریخ صدر

جنابِ من!

تسلیم - آج مجھے ایک ایسا معاملہ پیش آیا جو آج تک نہیں ہوا تھا - وُہی مُشکی گھوڑا جس کا کئی دفعہ آپ سے ذکر آیا تھا - سائیس لیکر بھاگ گیا - وُہ ۱۱ بجے دِن کے یہاں سے گیا ہے - اِس لئے بُدہ کو کسی وقت امرتسر میں ضرور پہنچیگا - آپ اسی وقت پیش خدمت کو فرمائیں - کہ سراؤں اور یکّے خانوں میں جاکر ایک نظر ڈالے - یہ گھوڑا یارکندی یابوکر اور یک رنگ - مُشکی رنگ ہے - پیشانی اور ناک کے ۵-۷ بال سفید بھی نظر آئینگے - عمر میں ۸-۹-۱۰ برس کا ہوگا - لاغر اندام ہے - سائیس کا امام دین نام ہے - اُس کا بھی مشکی ہی رنگ ہے - ۳۵-۳۶ برس کی عمر ہوگی - اوسط قد لاغر اندام سر پرلال چھینٹ کا کن ٹوپ متوسط داڑھی چڑھواں - کانوں سے بہرا ہے - علاقہ کپور تھلہ کا رہنے والا ہے -

کوتوالی لاہور سے بھی آدمی اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں لیکن شاید وُہ دیر میں پہنچیں میں کارِ تحریر کے سبب سے حاضر نہیں ہو سکا - ورنہ خود آتا - حاضری بھی دیتا اور یہ کام بھی ہوجاتا -

اُس دن آپ کا تشریف لانا اور میرا ملاقات سے محروم رہنا - اب تک دل کو خراش دے رہا ہے - بہت سی باتیں تھیں کہ ضرور کہنے کے قابل تھیں - خصوصاً بعض مشورے مسودات کتاب کے باب میں - پروردگار پھر بخیر وسلامت ملنا نصیب کرے -

نامۂ خسروان یقین ہے کہ بعد ملاحظہ آپ نے روانہ کردیا ہوگا - اس کے باب میں جو آپ کے خیالات ہوں کچھ کچھ ضرور تحریر فرمائیے - ایسی تصویریں کہاں بن سکیں - یہ وُڈ کٹر کا کام ہے - شاید کاپر پلیٹ ہو -

تذکرۃ العورات کا حال جو آپ نے پہلے مرحمت نامہ میں لکھا تھا - معلوم نہیں کہ اس میں چاند بی بی کا بھی تذکرہ ہے یا نہیں - یہ بھی بڑی بالیاقت اور صاحبِ ہمت بی بی گذ

میں ہوئی ہو۔ اسے نادرۃ الزمانی کہتے تھے۔ آپ وہاں سے اس کے حالات دریافت فرمائیں۔ اور مجھے بھی عنایت کریں۔ انشاءاللہ کبھی کام آئینگے۔ اِسی طرح مصالح اکٹھا ہوا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ عمارت تیار ہو جاتی ہے ؛

....

محمد حسین۔ آزاد

لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ۔ ۹۔ جنوری ۸۳ء

جنابِ من۔

ایک امر واجب الاطلاع پیش آیا ہو۔ ذرا متوجہ ہو کر سُنیئے۔ آپ نے اخباروں میں دیکھا ہوگا کہ گورنمنٹ سررشتۂ تعلیم کے بوجھ سے سبکدوش ہونا چاہتی ہو۔ آپ نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ سررشتۂ تعلیم پنجاب کا بہت سا بوجھ یونیورسٹی پنجاب اپنے سر پر رکھتی ہے۔ گورنمنٹ کو اس سے زیادہ اَور کیا چاہیئے۔ اب معلوم ہوا ہو کہ گورنمنٹ کالج بھی یونیورسٹی کے حوالہ ہو جائیگا۔ یونیورسٹی کی یہ رائے ہو کہ علوم فنون ریاضی وغیرہ سب کی تعلیم ترجموں کے ذریعہ سے ہو جایا کریگی۔ فقط انگریزی کے لیئے ایک ماسٹر اڑہائی سو روپے کا کافی ہو۔ سردست اس قدر تو نہ ہوگا۔ مگر اتنا ضرور ہوگا کہ یونیورسٹی کے پاس کئی مسجدوں کے مُلّانے اور ہندو پنڈت نکمّے بیٹھے ہیں۔ طلبائے کالج کو یہ دیسی زبانیں پڑہا لیا کرینگے۔ کالج کے مولوی و پنڈت دو تو تخفیف۔ تب مولوی کا کیا حال؟ یا گورنمنٹ کوئی عہدہ دیگی۔ اکسٹرا اسسٹنٹی؟ مشکل ہے منصفی؟ تحصیلداری؟ شاید۔ پنشن دیدیگی۔ اس میں ابھی دو برس کی کمی ہو۔ مگر ہو سکتی ہو۔ خیر ہو بھی تو ۵۰ روپے سے زیادہ نہیں آسان اور عام قاعدہ یہ ہو کہ مسلسل نوکری ۱۲ برس کی ہو۔ اتنے مہینے کی تنخواہ لو اور سلام۔ اس تجویز کا عملدرآمد اپریل سے ہو جائیگا۔ اب خدا کی درگاہ سے امید ہے کہ تصنیفات کے

لئے فرصت کا موقع ملا کرے گا۔ ؎

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں

آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

آزاد ۴ - جنوری ۸۳ء

۳ بجے شب

جناب من -

تسلیم - آپ دیکھتے ہیں - یہ علم کی چڑیل (یونیورسٹی پنجاب) تعلیم پنجاب کو ہضم کئے جاتی ہے - کالج کا بھی کلیجہ کھا چکی ہے - چند مہینے میں سن لیجیئگا - کہ نگل گئی - باوجود اس کے کورس بنانے کے لئے ہم پکڑے جاتے ہیں - فرسٹ آرٹ - اور بی - اے - کورس عربی و فارسی کے باب میں رائے طلب ہوئی - اب بنانے کے لئے حکم ہے کہ جلدی دو - قاآنی کا دیوان آپ کے پیش نظر ہے - عنایت فرما کر اس میں چند عمدہ قصیدے بتائیے - ہر قصیدہ کا مطلع یا پہلا مصرع لکھدینا کافی ہوگا - صفحہ شاید مطابق نہ ہوگا - کیونکہ کتب خانہ میں چھاپہ ایران کا نسخہ ہے -

خدا ہمارے بھائی ہندوں کو عقل مآل اندیش اور چشم دوربین اور نیک نیت عطا فرمائے -

- - - - - - - - - - - - - - - -

اگرچہ کورس کا جھگڑا پیچھے لگ گیا ہے - مگر میں مصروف کار ہوں - مشکل یہ ہے کہ طبیعت محنت پسند واقع ہوئی ہے - انتخاب میں آسان بات یہ ہے کہ کتاب اٹھائی لکھدیا کہ فلاں صفحہ سے فلاں صفحہ تک - مگر اسے دل پسند نہیں کرتا - جی چاہتا ہے

ایسا انتخاب ہو کہ طلباء کے لئے مفید تعلیم بھی ہو اور پڑھنا اس کا ہر شخص کے لئے باعثِ شگفتگی ہو۔ البتہ اس میں محنت بہت ہی۔ بس اس وقت اتنا ہی کافی ہی۔

منتظر جواب۔ بندہ آزاد ۳ر فروری سنہ ۱۹۰۳ء

کالج کے باب میں ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ میرا فیصلہ بھی اسی پر منحصر ہے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ سرکار مجھے کوئی نہ کوئی عہدہ دیگی۔ خواہ سررشتۂ تعلیم میں خواہ سول لائین میں اخیر درجہ پنشن کا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس گھر میں ۱۵۰ روپے مہینہ آتا ہے اس میں ۵۰ روپے آئینگے۔ تو صورتِ حال کیا ہوگی۔ لیکن دل کی آزادی یہی کہتی ہی کہ قناعت کو رفاقت میں لو۔ تھوڑا کھاؤ اور اپنی کتابوں کو پورا کرو۔ خدا کریم و کارساز ہے۔ وہ دینا چاہیگا تو اس کے ہزاروں ہاتھ ہیں۔ عہدہ کے لئے کوشش نہ کرو۔ آپ کی کیا رائے ہے۔

پہلے بھی میرے کئی نامے خدمت میں پہنچ چکے ہیں تعجب ہی کہ آپ نے ایک کا جواب نہیں دیا۔ مزاج خدا کرے اچھا ہو۔

تحریر صدر

عالی جنابِ من

تسلیم۔ مرحمت نامہ نے شرفِ اعزاز بخشا۔ طبیعت کا حال آپ نے بالکل نہ لکھا بہر حال شکار کا شغل بہت خوب ہی۔ میری عقلِ ناقص میں مزاج پر حرارت غالب ہی۔ جنگل کی ہوا اس کے لئے بہت مفید ہی۔ صبح کی ہواخوری۔ کان اور منہہ بند کر کے مسلسل جاری رکھئے۔ اور ہرگز اس امر سے غافل نہ رہئے ....

میرے باب میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہی۔ دل کو نہایت تشفی اور استقلال حاصل ہوا۔ اپنے جد کے خانہ زادوں کی دستگیری آپ صاحب نہ فرمائیں تو اور کون ہی۔ پروردگار

عالم اس خاندان کو اقتدار روز افزوں عطا فرماتے۔ مَیں نے اپنے دل سے یہ قرار دے لیا ہی کہ اگر اکسٹرا اسسٹنٹی دی تو اختیار کر لونگا۔ ورنہ پنشن لونگا۔ تھوڑے پر قناعت کرونگا۔ اپنی کتابوں کو پوری کوشش سے تیار کر کے پیشکش کرتا جاؤنگا اور دُعائے دولت میں مصروف رہونگا۔ ہاں جو خدمت فرمائینگے وہ بھی بجا لاؤنگا۔ کالج کا تغیر نہیں بھی ہوتا۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ مَیں تو اب آپ صاحبوں کا ہو چکا تھا اور ہو چکا ہُوں۔

تم سُنو یا نہ سنو نالہ کئے جاؤں گا ۔ درد دل کہنے سے مطلب ہی اثر ہو کہ نہ ہو

حشر پر وعدۂ دیدار ہے ۔ مَیں ڈرتا ہوں ۔ بھیڑ ہووے گی رُخ یار ۔ اِدھر ہو کہ نہ ہو

مَیں آجکل عجب مخمصے میں پڑ گیا ..... ادھر مجھے کورس وغیرہ کا مرض لگ گیا۔ ادھر کالج کا تردد۔ کہ دفعتہ معلوم ہوا۔ آبِ حیات اور نیرنگِ خیال امتحان یونیورسٹی میں داخل ہو گئی ہیں اور امتحان آغازِ مئی پر ہوگا۔ سب نے کہا کہ دونوں کو ضرور چھپوانا چاہیے۔ ۳۔ ۴۔ سو طالب علم دفعتہ طلبگار ہو گا۔ مجھے بھی طمع نے للچایا اور فوراً شروع کر دیا۔ اگر نہایت کوشش ہو اور کارگر بھی ہو۔ اور کئی چھاپہ خانوں سے کام لیا جائے۔ تو دو مہینے چاہئیں۔ خیر اب تو پھنس گیا۔ دو دو ہزار چھپوانے شروع کئے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ تنہا ہوں۔ رفیق کوئی نہیں۔ استغفر اللہ۔ یہ کیا کفر ہے۔ مولا موجود ہے۔

....

۱۰۔ فروری ۸۳ء آزاد

بزرگوں کی تصانیف ہی ایک ایسی لازوال دولت ہمارے پاس ہی جسکو ہمارے بچے ہمارے بعد فضول خرچیوں میں اڑا نہیں سکتے ۔

فریبِ دولت

سیسل اور اس کی بیوی ہلڈا کھانے کے کمرے میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور سیسل ساتھ کے ساتھ ڈاک بھی دیکھتا جاتا ہے۔

سیسل۔ جدھر دیکھو بِل ہی بِل۔ کہیں قصاب کا بِل ہو۔ کہیں کوئی دوکاندار روپے کے لئے جھینک رہا ہو۔ کیا کیا جائے عجب حالت ہے۔

ہلڈا۔ ہاں سچ ہے بِل کسی طرح بھی نہیں رُکیں گے۔ یہ تو آتے ہی رہیں گے۔ اچھا تم یہ انڈا تو کھاؤ۔

سیسل۔ بیشک ایسے نازک وقت میں انسان کو ہمت نہ ہارنی چاہیئے بلکہ ایسی تکلیفوں کے برداشت کرنے کے لئے آدمی کو اپنی جسمانی طاقت کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

ہلڈا۔ بجا ہے صحت کا خیال مقدم ہے۔

سیسل۔ ہلڈا! کبھی تم نے اس روپے کا بھی اندازہ کیا ہو جو اِن بلوں کو ڈاک میں بھیجنے پر صرف ہوتا ہے اور بِل بھی وہ جنکی ادائیگی کبھی نہ ہوگی۔ اِس طرح ہم گورنمنٹ کو بہت فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ٹکٹ زیادہ بکتے ہیں نا؟

ہلڈا۔ اوہ تم اِن بلوں سے نہ گھبرایا کرو۔ ہم تو اب ان سے ایسے مانوس ہوگئے ہیں کہ کبھی خیال بھی نہیں آتا۔

سیسل۔ مگر میری طبیعت تو ان سے بہت اُکتاتی چلی ہو۔ توبہ توبہ ہر وقت ایک ہی بھیانک شکل نظر آتی ہو۔ اگر یہ سوداگر لوگ اپنے بلوں کو مستطیل لفافوں کی بجائے مربع

لفافوں میں بھیجا کریں تو اچھا ہو۔

ہلڈا- میرے خیال میں تو ابھی تین چار مہینے تک ہمیں کہیں سے بھی روپیہ نہیں ملسکتا۔

سیسل- میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ اس سہ ماہی کے گذرنے پر ہماری سالانہ آمدنی میں سے صرف ایک ہزار روپیہ وصول ہوگا۔ مگر کیا ہے۔ ہمارا قرض اس سے کہیں زیادہ ہے۔

ہلڈا- سیسل! اب ضرورت اسبات کی ہے کہ تم آمدنی کی کوئی اور صورت بھی نکالو۔

سیسل- مَیں کب نہیں چاہتا۔ سوال تو یہ ہے کہ کس طرح - مزدوری مَیں کر نہیں سکتا۔ اپنے عزیز رشتہ داروں کے پاس مَیں نے جاکر دیکھ لیا۔ اب کریں تو کیا کریں

ہلڈا- اپنی بدنصیبی کو روتی ہوں۔

سیسل- عقل حیران ہے۔ کوئی شخص مجھے یہ تو الزام دے نہیں سکتا کہ مَیں کچھ کرتا نہیں اور سُست ہوں۔ جب سے ہماری شادی ہُوئی ہے مَیں برابر چار گھنٹے کی اوسط سے کام کیا کرتا ہوں۔ اس عرصے میں ایک دیوان ترتیب دیا ہے ایک ڈراما اور سال بھر کی محنت اور جانفشانی سے ایک ناول ختم کر چکا ہُوں۔

ہلڈا- بیشک یہ کتابیں تو تم نے اچھّی لکھی ہیں مگر ان سے وصول کچھ بھی نہ ہوا

سیسل- وصُول؟ خسارہ ہی رہا۔ دیوان تو مَیں نے اپنے صرف سے ہی چھپوایا تھا۔ جسکی اسوقت تک کلّھم گیارہ جلدیں فروخت ہوئی ہیں اور قریب چھ سو روپئے کے مجھے مطبع والوں کا دینا ہے۔ میری ان دو کتابوں کو تو بڑی ہی سیر کرنی پڑی۔ اب تک کئی مطبع جھانک چکی ہیں۔ کوئی کمبخت انکو لینے ہی کا روادار نہیں۔ چار مرتبہ تو مَیں خود صاف کر کے بھیج چکا ہُوں اور صاف کرانی کے بل کا بھی روپیہ ابھی تک ادا نہیں ہوا۔

ہلڈا - اس سے تو ہمیں اَور بھی خسارہ ہوا - میرے خیال میں اس محنت و مشقت سے تو بیکاری مفید ہے اور اسی میں بھلائی معلوم ہوتی ہے -

سیسل - واقعی محنت بیکاری سے ہمیں گراں پڑتی ہے - اصل میں ہمیں کام کرنے ہی کی توفیق نہیں -

ہلڈا - یہ تو کچھ امیروں ہی کا حصّہ ہے - کہ وُہ کام کریں - بھلا ہماری کیا اوقات ہے - بیکار رہیں گے قرض تو نہ بڑھیگا - غریب لوگوں کو تو یہی لازم ہے کہ امیروں کی طرف دیکھتے رہیں کہ وُہ کس طرح کام کرتے ہیں - اور خود گوشۂ تنہائی میں عافیت سے بیٹھے رہیں - سچ تو ہے اَور کیا کریں محنت کرتے ہیں تو اَور زیر باری ہوتی ہے -

سیسل - مگر جہانتک ہوسکے ہمیں کفایت شعاری کرنی چاہیئے - اچّھا ہوا جو میں نے وُہ انڈا ابھی کھا لیا کیونکہ ہماری حالت اسوقت بہت نازک ہے - ہمیں چاہیئے کہ ہم بڑی جوانمردی سے اس مصیبت کا مقابلہ کریں - اور جوانمرد بننے کے لئے تم جانتی ہو اچّھی خوراک کی ضرورت ہے - اچّھا ایک کاغذ کا ٹکڑا لاؤ اور بتاؤ کہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کے بغیر ہم گذارہ کرسکتے ہیں -

ہلڈا - واہ ایسی چیز کونسی ہے جس کے بغیر ہم رہ سکیں -

سیسل - کیا واقعی کوئی ایسی چیز نہیں -

ہلڈا - کھانا ہم کھائینگے ہی -

سیسل - بیشک کھانا ضروری ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اسے اَور بھی مختصر کردیں - مثلاً اتوار کی حاضری موقوف - پیر کو سہ پہر کا نقل اُڑادیں - منگل کو چائے نہ ہو اور بُدھ کا سرے سے کھانا ہی بالقط -

ہلڈا - نہیں یہ نہ ہوسکیگا - اگر تم سہ پہر ہی کو کچھ نہ کھاؤ تو چائے اسی کثرت

سے پی جاؤ گے تو کسر نکل جائیگی - اور بھیڑ جاتے کے ساتھ کیک جو تمہارا من بھاتا کھاجا ہے اور کس قدر گراں ہے کتنا اُڑا جایا کرو گے - نہیں صاحب یہ نہیں سمجھ میں آئی - اچھا اگر ہم انکو نہ کھائیں تو رات کو تو کھانا پڑے ہی گا اور اسطرح بیچاری خادمہ کو بہت تکلیف ہو گی -

سیسل - خیر تو کھانے میں کوئی تخفیف ممکن نہیں - اب تو ذرا تم لباس کیطرف -

ہلڈا - سیسل بُرا نہ ماننا اگر کل ہی تم مجھے بھدے لباس میں دیکھو تو کیا تم نفرت نہ کرو گے - علاوہ ازیں میری درزن کا بِل تمہارے درزی کے بل سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اُس غریب پر ظلم کیا جائے -

دوسرے تم جانتے ہو کہ آدمی کی عزت لباس سے ہی ہوتی ہے (النّاسُ باللّباس) واقعی اگر تم پھٹے پُرانے کپڑے پہنا کرو - تو میرے خیال میں کوئی تمہاری طرف توجہ بھی نہیں کرے - ہم تو پہلے ہی کسی شمار و قطار میں نہیں مگر اس طرح اور بھی ذلیل ہو جائینگے -

سیسل - تو معلوم ہوا اس میں بھی اور کفایت کی گنجایش نہیں - اچھا اب کرایے کی گاڑیوں کو تو لیجئے -

ہلڈا - ہاں گاڑیوں کا کرایہ یہاں بہت زیادہ ہے مگر تم اچھے کپڑے پہن کر ٹرام میں بھی تو نہیں بیٹھ سکتے - ایک آنے کی خاطر بیس[۲] پچیس کے سوٹ کا ستیاناس کر دیا جائے یہ کونسی عقلمندی ہے - ہم باز آئے ایسی کفایت شعاریوں سے -

سیسل - اچھا کوئی چیز اور لکھنے کے قابل ہے -

مفصلہ ذیل امور میں کفایت شعاری ضروری ہے -

(۱) کوئی کام نہ کیا جائے کیونکہ اس سے قرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے -

اور ...... اگر ہمیں قرضخواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو ہم یہاں رہنے ہی کو نہیں -

ہلڈا - یہ اچھا ہو گا میں خود ویسٹ کنسنگٹن[۱] کو پسند نہیں کرتی -

[۱] یہاں عموماً غربا اور کم حیثیت لوگ رہتے ہیں - ؟

سیسل۔ یہاں ہم جیسے آدمیوں کا گذارہ بھی نہیں۔

ہلڈا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا ناول کبھی کا بک گیا ہوتا۔ اگر ہم کہیں (پارک) کے قریب ہوتے۔

سیسل۔ میرا بھی یہی خیال ہے آجکل ہر چیز کا انحصار پتہ پر ہے اب دیکھئے نہ معمولی آلو اگر یہاں سے خرید کرو تو ۱ سیر ملینگے۔ اگر یہی آلو دوسرے بازار میں جاکر بکنے لگیں تو ۴ سیر ہو جائیں۔

ہلڈا۔ پیارے سیسل ایک چیز بڑی غنیمت ہے جو ہمیں میسّر ہے اور وہ یہ کہ ہم کو آپس میں بیحد محبت ہے۔

سیسل۔ واقعی اگر یہ بات بھی نہ ہوتی تو بہت مشکل ہوتی یہ دن کٹنے مشکل ہو جاتے۔

(ایک دوسرے کو پیار کرنے لگتے ہیں)

ہلڈا۔ سیسل پیارے! کیا تم نے سب ڈاک دیکھ لی؟۔

سیسل۔ سب کہاں۔ ابھی بہت سے خط بند پڑے ہیں سب کا ایک مضمون ہوگا کہاں تک پڑھے جائیں۔

ہلڈا۔ اچھا مجھے دکھاؤ (ایک خط دیکھکر) اوہو تم نے یہ لمبا لفافہ کا خط کھولا ہی نہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے۔

سیسل۔ (خط ہاتھ میں لیکر) یہ؟ نہیں یہ ضروری نہیں یہ تو کسی کمپنی کا اشتہار ہے کہ حصے خریدو۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب انسان کے پاس روپیہ نہیں ہوتا تو لوگ ایسی ایسی تجویزیں کرتے ہیں کہ جن میں ۲۵ فیصدی منافع تو یقینی ہو۔

ہلڈا۔ اچھا اس خط کو تو کھولو۔

سیسل۔ ابھی رہنے بھی دو۔ میں انکو دیکھ کر پریشان ہوتا ہوں۔

ہلڈا۔ اچھا میں کھولتی ہوں (ایک خط کھول کر پڑھنے لگتی ہے) ہیں! یہ کیا!

یہ کس طرح سچ ہو سکتا ہے۔

سیسل۔ کیا ہے پیاری؟ مجھے دکھانا۔

ہلڈا۔ اسکو پڑھو سیسل!

سیسل۔ خط پڑھتا ہے:۔

جناب مکرّم بندہ۔

آپ کے مرحوم چچا کی وصیّت کے بموجب ہم آپکو اطلاع دیتے ہیں کہ آپ ہی اُن کے جائز وارث ہیں۔ ترکہ جو آپ کو وراثت میں آیا ہے اُس کا تخمینہ ۳۰ لاکھ روپیے کے قریب ہے۔ اس رقم کے متعلق آپ کی ہدایات کے ہم منتظر ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بہت جلد مناسب ہدایات بھیجکر ہمیں ممنون فرمائینگے۔

گرین فیلڈ کمپنی

ہلڈا۔ چچا کے وارث اور پھر اکیلے تم ہی؟

سیسل۔ اور اکٹھا تیس لاکھ روپیہ؟

ہلڈا۔ اور آپ کی ہدایات کے منتظر؟

سیسل۔ اُفوہ! میری حیثیت سے یہ اس قدر زیادہ ہے کہ مجھے باور نہیں آتا۔ شکر ہے کہ میں نے وہ انڈا بھی کھا لیا تھا ورنہ اس دُنیا میں مقابلہ بڑا ہی مشکل ہے۔

ہلڈا۔ سیسل! کیا اس سے یہ مراد ہے کہ ہم تیس لاکھ روپیے کے مالک ہیں۔

سیسل۔ اگر گرین فیلڈ کمپنی کا کوئی وجود ہے اور وہ دروغگو بھی نہیں ہیں تو ہم یقیناً مالک ہیں۔

ہلڈا۔ کیا وہ جھوٹ بھی بولا کرتے ہیں؟

سیسل۔ مگر ان کا نام بہت مشہور ہے اور انکی ساکھ بہت قائم ہے۔

ھلڈا - کیا واقعی اس قدر روپیہ اب ہمارا ہے۔

سیسل - بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

ھلڈا - تعجب ہے ابھی کھانے کے وقت تو ہم مفلس و نادار تھے اور اب ہم اس قدر متمول بن گئے۔

سیسل - گویا ہم نے بہت ترقی کی ہے۔ جھونپڑی سے محل میں جا رہے۔

ھلڈا - مگر اس خط میں لکھا ہو کہ تمہارا مرحوم چچا۔ سیسل تمہارے ایک چچا بھی تو تھے۔

سیسل - چچا۔ تایا کا رشتہ ایسا ہے کہ اُن سے کوئی شخص خالی نہیں۔ ہر شخص کے کئی چچا ہوتے ہیں لیکن میرے تو سگے چچا بھی ہیں۔

ھلڈا - تمہارے خیال میں یہ پھر کس کا انتقال ہوا۔

سیسل - مَیں سمجھتا ہوں شاید آسٹریلیا والے چچا مر گئے۔

ھلڈا - مجھے تو یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہارے کوئی چچا آسٹریلیا میں بھی ہیں۔

سیسل - لیکن آسٹریلیا میں تو ہر شخص کا کوئی نہ کوئی رشتہ دار ہوتا ہے۔ میرے چچا کی طبیعت میں آوارگی سی تھی وُہ اپنے کُنبہ کو چھوڑ کر وہیں چلا گیا۔ اور اُس کے بعد آجتک ہم نے کبھی کوئی خبر نہیں سُنی۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ وُہ آسٹریلیا گیا تھا۔ اور وہاں اس نے روپیہ بہت کمایا۔

ھلڈا - اسقدر روپیہ کس طرح کمایا؟

سیسل - اس کا بھیڑوں کا بیوپار تھا اور اسی تجارت کی وجہ سے دیکھ لو کہ وُہ کس قدر مال چھوڑ مرا ہے۔

ھلڈا - مگر اس روپے کے وارث تم کس طرح ہو گئے؟

سیسل - میرا چچا بوڑھا تو ہو ہی گیا تھا۔ مگر حُبِ وطن کا مادہ اس میں جوان تھا وُہ

اِس لئے خود تو نہ آسکا روپیہ اُس نے اپنے عزیز بھتیجے کو بھیج دیا۔

ہلڈا۔ کیا وُہ تم کو بہت عزیز سمجھتا تھا۔

سیسل۔ یہ تو اب ظاہر ہی ہے۔

ہلڈا۔ مگر تم کبھی اس سے ملے نہیں۔

سیسل۔ یہ سچ ہے مگر اُس نے میرا دیوان ضرور دیکھا ہوگا۔ اُس نے ضرور ان گیارہ جلدوں میں سے ایک جلد خریدی ہوگی۔ دیکھو ہلڈا وُہ چھ سو روپے کی رقم جو ابھی تک مجھ کو مطبع کی دینی ہو۔ آخر کار میرے لئے کسقدر روپیہ لے آئی۔ خیال تو کیجئے۔ تیس۳۰ لاکھ۔ دس نہ بیس پُورے تیس۳۰۔

ہلڈا۔ مگر سیسل یہ سب باتیں اپنے چچا کے متعلق تمہیں کیونکر معلوم ہوئیں۔

سیسل۔ میری جان۔ آجکل کے افسانوں کو دیکھ کر آدمی یہ نتیجہ نکال سکتا ہی کہ اس قسم کے واقعات اسی طرح واقع ہوتے ہیں۔

ہلڈا۔ خیر جانے دو ان باتوں کو ہمیں تو اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم تیس۳۰ لاکھ روپے کے مالک ہیں۔

سیسل۔ اچھا مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا اور دو (حساب کرکے) دیکھو ایک روپیہ ڈیڑھ انچہ لمبا ہوتا ہے۔ اس حساب سے اگر تیس لاکھ روپیہ ایک ہی قطار میں رکھا جائے تو قریبًا پانچ میل تک پہنچ جائیگا۔

ہلڈا۔ سیسل تم کس قدر بیوقوف ہو تم اس روپے کو اس طرح رکھنا چاہتے ہو نہیں ہیں تو خرچ کرونگی۔ بھلا یہ تو بتاؤ میں کتنا خرچ کرسکونگی۔

سیسل۔ ہمیں وقت بےوقت کا بھی فکر چاہئے۔ اور اگر روپے ایسی محفوظ جگہ لگائیں جہاں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو تو ہمیں دس ہزار ماہوار کی آمدنی ہوسکتی ہے۔

ہلڈا- دس ہزار ماہوار-

سیبسل- تو اور کیا- واقعی نہایت معقول آمدنی ہے-

ہلڈا- اب ہمیں ہر چیز میسر آسکتی ہے- اچھا کچھ روپیہ تو دو مجھے ابھی درکار ہے

سیبسل- واہ! ابھی ذرا دم تو لو- اس قدر بے صبر نہ بنتی جاؤ- تم تو جانتی ہی ہو بھلا اسوقت میرے پاس کیا دھرا ہے-

ہلڈا- اچھا تم ٹوپی سر پر رکھو اور ابھی جا کے روپیہ لے آؤ-

سیبسل- دیکھو جی ہمیں اس قدر جلدی نہیں چاہیئے- کسی طرح گرین فیلڈ والوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم بالکل ہی مفلس و قلاش ہیں- اور ہم روپے کے اس قدر بھوکے ہیں-

ہلڈا- مگر میں تو واقعی بھوکی ہوں-

سیبسل- یہ میں جانتا ہوں مگر تاہم ہمیں اپنی ضرورت اور خواہش کو چھپانا چاہیئے خودداری کو ہاتھ سے نہ دو- سہ پہر کے کھانے کے بعد میں اطمینان سے وہاں جاؤنگا-

ہلڈا- نہیں صاحب میں تو اسوقت تک انتظار نہیں کرسکتی- آج ایک دکان پر میں نے پیرس کا نہایت خوبصورت ڈریس بالکل نئے نمونے کا دیکھا ہے اُسے میں فوراً خریدنا چاہتی ہوں- ایسا نہ ہو کہ کوئی اور عورت خرید لے-

سیبسل- کیا تم اُسے اُدھار نہیں لاسکتی-

ہلڈا- میں کیوں اُدھار لاؤں- میں مانگ بھی نہیں سکتی-

سیبسل- اچھا تو تم کل صبح کو خرید لینا-

ہلڈا- میں کہتی ہوں کل صبح تک اس کا کہیں نام و نشان بھی نہ رہیگا-

سیبسل- تو میں اور لے دونگا-

ہلڈا- دیکھو سیسل! مجھے رنجیدہ نہ کرو یہ پوشاک مجھے بہت پسند ہے اب جو خدا نے ہمیں اس قدر روپیہ دیا ہے تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے- تم ہی بتاؤ کہ جب ہم مفلس تھے میں نے کبھی بھی ایسی کوئی چیز تم سے طلب کی تھی- اب خدا کے فضل سے ہم بہت متموّل ہیں اور اپنی حیثیت کے قائم رکھنے کے لئے یہ لباس میرے لئے ضروری ہے- بس اب میری یہی ضد ہے اور یہ تمہیں اُٹھانی پڑیگی- بہتر یہ ہے کہ آپ ذرا میرے حال پر عنایت فرمائیے اور سیدھے گرین فیلڈ کمپنی کی طرف تشریف لیجائیے اور وہاں سے فوراً روپیہ لیکر مجھے اسی دوکان میں ملئے جہاں مَیں نے وہ لباس دیکھا تھا- دیکھو بارہ بجے ضرور پہنچ جانا-

سیسل- میری پیاری ہلڈا- تم شاید اس رنج کا اندازہ نہیں کرسکتیں جو مجھے تمہاری درخواست کے رد کرنے میں ہوتا ہے- لیکن مَیں کیا کروں مجبور ہوں میری خودداری اس طرح قائم نہیں رہ سکتی اگر میں اپنے مختاروں کے پاس سہ پہر سے پیشتر جاؤں- سُنو سُنو- بلکہ میں تمہارے ایک عارضی اور فضول شوق کی خاطر اپنی عزت کو بالائے طاق نہیں رکھ سکتا- تم ہی بتاؤ اس میں کس قدر سُبکی ہے- ابھی تو ہمارے پاس اطلاع پہنچی ہے اور ابھی پانچ ہی منٹ کے بعد ہم روپیہ کے تقاضے کے لئے وہاں جا پہنچیں- توبہ توبہ اس سے کس قدر سفلہ پن- بے صبری حرص اور احتیاج ٹپکتی ہے-

ہلڈا- کیا کہا؟ آپکی عزت جاتی ہے؟ چہ خوش- اب آپ عزّت والے بھی بن گئے- سُبحان اللہ-

سیسل- بیشک تیس لاکھ روپے کی رقم ایک عزّت بھی ساتھ لاتی ہے-

ہلڈا- مگر اس سے پہلے تو تم ہمیشہ میری بات مان لیا کرتے تھے-

سیسل- بجا ہے لیکن اُسوقت مَیں اس کے سوائے اور تمہیں کسی طرح خوش

نہیں کرسکتا تھا - اب وُہ زمانہ نہیں رہا - تم کس خیال میں ہو؟ تیس لاکھ روپیہ بھی کچھ چیز ہے یا نہیں - ایک لاکھ روپے سے تو سر پھر جاتے ہیں اور یہاں تو پھر تیس لاکھ ہیں - تمہاری خوشنودی مزاج مجھے ہمیشہ مقدّم ہوگی مگر گھربار کا مالک مختار اب ہے مجھے سمجھو تمہیں میری ماننی پڑیگی -

ھلڈا - کیا بکواس کر رہے ہو - گھربار کے مالک بھی بن گئے - اسی جھونپڑے پہ اتراتے ہو -

سیسل - نہیں اب ہم یہاں نہیں رہینگے - مگر مَیں نے تم کو جتا دیا ہے کہ جس طرح میری رائے ہوگی اُس طرح مَیں کرونگا - مَیں اپنے چچا مرحوم کے نقش قدم پر چلونگا وُہ ایک با اصُول شخص تھا - تارک الوطن تو وُہ بنا مگر یہ دیکھ لو کہ اپنا روپیہ اُس نے غیروں کو نہیں دیا - تکلیفوں پر تکلیفیں جھیلیں مگر روپیہ جمع کیا - میرا دیوان اُس نے خرید کیا حالانکہ اسوقت عام طور پر میرا دیوان نہیں پسند کیا گیا - مگر وہ شخص اپنی دُھن کا پکّا تھا اور ایک ارادہ اس کے دل میں پیدا ہوچکا تھا - چنانچہ اُس نے عام رائے کا خیال نہ کیا اور ایک جلد خرید ہی لی - مَیں بھی اپنے چچا (خدا اسے مغفرت کرے) کی تقلید کرونگا - ایک اصول پر قایم رہونگا اور کرونگا وہی جو میرے دِل میں آئیگا -

ھلڈا - بہت اچّھا اب مَیں زیادہ کچھ نہیں کہتی - لیکن یہ یاد رکھو کہ آج یہ پہلی مرتبہ ہے کہ تم میرے ساتھ اس طرح پیش آئے ہو -

سیسل - ہلڈا! تم کس قدر نا انصاف ہو - مَیں تمہارے ساتھ بد اخلاقی سے پیش نہیں آیا - تم ذرا سمجھ سے کام لیتیں اور نامعقول باتیں نہ کرتیں -

ھلڈا - اچھا مَیں نامعقول ہی سہی - کیا آپ کسی عورت سے معقولیت کی توقع رکھتے ہیں - کیا مَیں حسین ہُوں؟ سیسل!

سیسل - بیشک حسین ہو۔

ہلڈا - کیا مَیں تمہارا دل نہیں بہلایا کرتی ؟

سیسل - تم ضرور بہلاتی ہو لیکن اُسوقت نہیں جب تم کسی ضد پر آجاؤ یا اپنے آپ میں نہ رہو۔

ہلڈا - اچھا جب میں حسین بھی ہوں دلربا بھی ہوں تو پھر آپ مجھ سے معقولیت کی توقع کیونکر رکھتے ہیں۔

سیسل - پیارے اُٹھو کپڑے پہن لو اور جاؤ روپیہ لے آؤ۔ میرا دل بہت للچا رہا ہے۔ ہائے ہائے وہ ڈریس کس قدر نفیس سلا ہوا ہے۔

سیسل - ہلڈا ! جب میں کسی کام میں نہیں کر دوں تو اُسے میری نہیں سمجھو اور میری ہاں کو ہاں خیال کیا کرو۔

ہلڈا - تم بڑے کمینے اور خود غرض ہو۔

سیسل - دیکھو ہوش میں آؤ۔ کیا باتیں کر رہی ہو۔ اس قدر شوخ اور بے ادب نہ بنتی جاؤ۔

ہلڈا - کیا بیوی اپنے خاوند کے ساتھ بھی بے تکلّف باتیں نہیں کر سکتی ؟

سیسل - اسوقت نہیں جب خاوند مالدار ہو۔ ورنہ خدا کے عطیہ کی ناشکری ہو گی۔

ہلڈا - کاش یہ دولت تمہارے ہاتھ میں نہ آتی۔

سیسل - دیکھو ہلڈا اگر تم میرا لحاظ نہیں کرتیں تو میرے مرحوم چچا کا تو پاس ادب کرو۔ مَیں اس کا جائز وارث ہوں۔ میں اپنے منہہ پر اس کی بُرائی کسی طرح نہیں سُن سکتا

ہلڈا - تمہارے چچا کا تمہیں اپنا وارث چھوڑ جانے سے مجھے کیا فائدہ ہوا۔ کیونکہ جو مَیں چاہتی ہوں وُہی میسّر نہیں آتا تو تمہاری دولت فضول اور تمہاری وراثت بے سُود

بیشک چیزیں خریدنا اسوقت نامناسب تھا جب تمہارے پاس روپیہ نہ ہوتا۔ لیکن جس حالت میں تم اس قدر روپے کا مالک ہو اور اتنی اتنی بڑی رقم تمہاری منتظر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنی خواہشیں نہ پوری کروں۔

سیسل۔ میری جان ہلڈا دیکھو میں تمہیں سمجھاتا ہوں تم ذرا ضبط کو ہاتھ سے نہ دو واقعی امیر اور متمول لوگ ہی ایثار اور جبر نفس کی خوبی حاصل کر سکتے ہیں۔ غریبوں کو تو کچھ میسر ہی نہیں آتا لیکن کہدیتے ہیں کہ ہم بڑے جابر ہیں۔ میری جان! خوبی اس میں ہے کہ ہر چیز حاصل کرنے کی قدرت ہو اور پھر اپنی خواہشوں پر جبر کرے۔

ہلڈا۔ تو کیا تمہیں یہ دولت اسی غرض سے ملی ہے کہ میں اپنے نفس پر جبر کرنا سیکھ لوں؟

سیسل۔ نہیں یہ غرض نہیں۔ لیکن یہ ایک ضروری امر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر ضرور عمل کرو۔

ہلڈا۔ اچھا معاف کیجئے۔ میں یہ نیکیاں اور خوبیاں سیکھنا نہیں چاہتی۔ میں اپنی موجود حالت میں ہی خوش ہوں۔ بلکہ میری عین تمنا ہے کہ تم میرے ساتھ اسی طرح پیش آؤ۔ جس طرح تم کھانے سے پہلے تھے۔

سیسل۔ جان من! میں کبھی تم سے سختی سے پیش آنا نہیں چاہتا۔ لیکن ہماری اُسوقت کی اور اسوقت کی حالت میں ضرور فرق آگیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری آمدنی اب بہت بڑھ گئی ہے اب تمہاری سب خواہشیں پوری ہو جائینگی۔ اور میں تمہیں جو کچھ تم کہوگی لے دونگا۔

ہلڈا۔ مجھے تو تم وہی پوشاک لے دو۔

سیسل۔ خیر اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک غریب آدمی کو تو ضرور اچھا لباس رکھنا چاہیئے اس کے بغیر اعتبار نہیں جمتا اور قرض کے ملنے میں بھی بہت

آسانی ہوتی ہے - لیکن اب قرض کی ضرورت ہی نہیں رہی - اس لئے سردست لباس کی طرف اس قدر فوری توجہ بیفائدہ ہے -

ہلڈا - یہ کیا بیہودگی ہے ؟

سیسل - مجھے یاد ہے ایک لکھپتی کی نسبت میں نے کہیں پڑھا تھا - کہ اس کے کپڑے ایسے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے ہوا کرتے تھے کہ بہت سی عورتیں اُسے مفلس سمجھکر پیسہ پیسہ چندہ کر دیا کرتی تھیں -

ہلڈا - اسکا کیا ذکر ہے وہ ہوگا ہی ایسا جیسیں -

سیسل - غالباً اسکو نئے کپڑوں سے نفرت ہوگی ورنہ کیا اسے نئے کپڑوں کی توفیق نہ تھی یا کچھ اور - غرض اپنا اپنا مذاق ہے -

ہلڈا - میں تو پرانے کپڑے نہیں پسند کرتی اسوقت خدا کے فضل سے مجھے توفیق حاصل ہے کہ نئے کپڑے بنوا سکوں -

سیسل - میری جان میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ تمہاری کوئی خواہش پوری نہ ہو میں تو یہ کہتا ہوں کہ ذرا کی ذرا تم ٹھہرو اور تھوڑی دیر اور انتظار کرو -

ہلڈا - لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ ڈریس جسکی مجھے ضرورت ہے میرا انتظار نہ کریگا -

سیسل - تو وہ ڈریس ہمیں پھر نہیں مل سکتا -

ہلڈا - ان باتوں سے مجھے تمہاری صورت سے نفرت ہوتی جاتی ہے - مجھے اس بات کا اب یقین نہیں کہ تمہارے دل میں میری محبت اتنی بھی باقی رہی ہو جتنی اُڑد پر سفیدی -

سیسل - کیا خوب ؟ محبت کا امتحان اس طرح نہیں ہو سکتا کہ میں سب کام تمہارے

منشا کے مطابق ہی کروں ۔ تمہاری درخواست کا نامنظور کرنا ہی اکثر اوقات اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ مجھے تم سے کیسی غضب کی محبت ہے ۔ اور مَیں یقین کرتا ہُوں کہ اس قسم کی ذرا ذراسی تنکر رنجیوں سے ہماری اس گہری محبت اور رشتہ یگانگت میں کسی قسم کا فرق نہ آسکیگا۔

ہلڈا ۔ مَیں باز آئی اس گہری محبّت سے ۔ جنابِ عالی ! رشتہ محبّت ہرگز ایسا مضبُوط نہیں کہ ٹوٹ ہی نہ سکے ۔ یہ تو ایسا کچّا دھاگہ ہے ۔ جو ذراسی کشیدگی سے کئی ٹکڑے ہو سکتا ہے ۔ ہاں یہ رشتہ اسوقت تک نہیں ٹوٹ سکتا جب تک دونو طرف سے ڈھیلا چھوڑا ہوا ہے ۔

سیسل ! مَیں تو اب تمہاری صُورت دیکھنے سے بھی بیزار ہوں ۔ افسوس تم بڑے عیار نکلے ۔

سیسل ۔ عیّار ۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ مَیں نے تمہارے ساتھ کیا عیّاری کی ہے ۔ لیکن اس شخص کے لئے جو نہ صرف ایک دیوان ایک ناول اور ایک ڈرامے کا مصنّف ہو بلکہ اپنے چچا کے ورثے سے تین لاکھ روپیہ کا بھی مالک بنا ہو ۔ بیشک اُس کے لئے ایسے الفاظ ناقابل برداشت ضرور ہیں ۔ اور تم اُسی کو عیّار کہتی ہو ۔

ہلڈا ۔ جانے میری بلا کہ تمہارے چچا کون تھے ۔ مجھے اُن کی کیا پروا ہے ۔ مَیں کیا جانتی ہوں کسی کو ۔ غرض ۔ تم بڑے چالئے دھوکے باز اور فریبی شخص ہو ۔ میں تمہاری ان سب کتابوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہُوں ۔ لو ۔ خدا کی شان تم ابھی سے اس قدر مغرور ہوگئے ۔ ابھی تو تم نے روپے کی صُورت بھی نہیں دیکھی دیکھ لوگے تو خدا جانے پھر کیا قہر توڑ دگے ۔ ستیاناس جائے اس روپے کا جس نے تمہارا سر پھرا دیا ۔

سیسل- دیکھو- دیکھو زر علیہ السلام کی شان میں ایسے الفاظ نہ کہو- آجکل روپیہ کی توہین کفر میں داخل ہے-

ہلڈا- اوہ- میں اُس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتی- تم ایسے عالی ظرف نہیں کہ پیسہ تمہیں مل جائے اور تم ضبط کرسکو- تمہاری کم ظرفی اسی بات سے نظر آرہی ہے کہ تم بات بات میں اپنا چھچھورا پن ثابت کر رہے ہو- نو بجے تمہاری کیا حالت تھی اور اب گیارہ بجے ہیں دیکھو کتنا فرق آگیا ہے- اور ... اگر تمہارے مزاج کی ترقی کی رفتار یہی رہی تو مجھے یقین ہے کہ ہماری تمہاری جُوتی بیزار ہوجائیگی- بلکہ ساڑھے تین بجتے بجتے میرا تمہارا تعلق ہمیشہ کے لئے منقطع ہوجائیگا-

سیسل- تم نے تو یُونہی بکواس لگا رکھی ہے-

ہلڈا- بکواس- کیا تمہیں یہ دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا کہ تمہارے چچا کے انتقال نے میری عمر بھر کی خوشی پر پانی پھیر دیا- میری تمام آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور میری اُمیدوں کا خون ہوگیا- کیا تم نہیں جانتے کہ اس ایک واقعہ نے میرے تمام عیش کو منغص کردیا- اس سے پیشتر غریب تھے نادار تھے مفلس تھے- قلاش تھے- لیکن مزے سے زندگی تو بسر کرتے تھے-

ایسے ہی موقعے تو ہوتے ہیں جہاں انسان کی شرافت اور اصالت کا امتحان ہوتا ہے- کمینے کمظرف کا پیٹ پھٹ جاتا ہے- دماغ میں فرعونی ہوا سما جاتی ہے اور وہ اپنی پہلی درماندگی کی حالت کو بھول کر غرور و نخوت کی پٹی اپنی آنکھوں پر باندھ لیتا ہے-

سیسل- دیکھو ہلڈا! تم مجھ کو بُرا بھلا کہہ لو لیکن میرے چچا کو کچھ نہ کہو- اس غریب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے- وُہ واقعی ایک ممدوح اور مُحسن تھا-

ہلڈا- خیر میں یہ باتیں نہیں جانتی- ذرا سمجھاؤ تو انہوں نے کونسی ایسی قابلِ تعریف

بات کی تھی۔

سیسل۔ واہ۔ اُس نے میرا دیوان خرید لیا اور ابھی اُس نے کوئی اچھا کام ہی نہیں کیا۔

ہلڈا۔ روپے کا یہ استعمال آپ قابل تعریف سمجھتے ہونگے لیکن میرے خیال میں تو اُس نے ضایع ہی کیا۔ اسی پر پھر تم کہتے ہو کہ وُہ بڑا نیک اور دانا آدمی تھا۔ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ ہفتہ آیندہ تک تم بھی ویسے ہی بن جاؤ گے۔

سیسل۔ میرے خیال میں اس بحث کو اب چھوڑ دیا جائے۔ اِس میں کچھ فائدہ نہیں۔ ہلڈا! میں تم سے پُوچھتا ہُوں۔ تمہیں اپنے خاوند کی اطاعت کا کچھ بھی خیال ہے جو تم پر فرض ہے۔؟

ہلڈا۔ چھ چھ۔ تم ایک نہائت بیوقوف سڑی خود غرض اور خود رائے شخص ہو میں تم سے نفرت کرتی ہُوں۔

(ہلڈا باہر چلی جاتی ہے)

سیسل۔ (دل ہی دل میں) افسوس۔ غریب ہلڈا! یہ انقلابات واقعی ایک عورت کی عقل کو چکرا دیتے ہیں۔ واقعی۔ تین سو روپیہ ماہوار سے دس ہزار روپیہ ماہوار کی ترقی ایک بھلے چنگے مرد کو حیران کر دیتی ہے تو یہ تو پھر عورت ہے۔ البتہ مجھے اس بات کا ضرور رنج ہے کہ مَیں نے اسے ناراض کر دیا۔ لیکن اس طرح روپئے کے لئے وہاں جاکر تقاضا کرنا بھی بہت معیوب تھا۔ گویا انکو یہ جتانا ہے کہ مَیں نے روپیہ کی صُورت ہی کبھی نہیں دیکھی۔ سہ پہر کو معمولی وقت پر مَیں وہاں جاؤنگا اور سرسری طور پر کہدونگا۔ (اُوہو اچھے وقت یاد آیا) ہاں صاحب! وہ کچھ روپیہ ہمارا آپ کے پاس بھی ہے نا۔ گویا مَیں اس طرح طلب کرونگا۔ جس طرح کسی کی چھتری کسی کے ہاں رہ جائے۔ اور وُہ اس کے متعلق پُوچھتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ روپیہ جس وقت مِلا اس کے

سنبھالنے میں ضرور دقت ہوگی- خرچ کرنے میں بھی ایک اُلجھن ہوگی۔ اور جس وقت روپیہ پاس آیا تو ہزاروں جھمیلے اور خدشے اس کے ساتھ آئے۔ مثلاً کہیں نقب زنی کا اندیشہ کہیں سوداگروں کی کمپنیاں انکے حصّوں کے خریدنے کے لئے مجبور کرینگی انکی دیکھ بھال اور پھر ان نادہند کمپنیوں سے روپے وصول کرنے کی غرض سے وکیلوں کی فیسیں اور پھر کہیں قرض مانگنے والوں کی بھرمار بڑے بڑے مہذب گداگر آئینگے اور پھر دُنیا میں ہر شخص میرا رشتہ دار بنجائیگا۔ غرضیکہ بہت سی مصیبتیں نظر آرہی ہیں۔ اور پھر ہلڈا ہے جو ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہیگی۔ اِس سے تو بہتر ہوتا کہ چچا مجھے اپنا وارث نہ کرجاتے مگر اب کیا کیا جائے۔ مرحوم کی دلشکنی بھی تو مَیں نہیں کرسکتا۔ اچھا جس طرح ہوگا تیس لاکھ روپیہ سنبھال لونگا۔

ہلڈا! ہلڈا۔ بات تو سُنو۔

(ہلڈا اندر آتی ہے)

ہلڈا۔ کیوں کیا کہتے ہو۔

سیسل۔ مَیں تم سے یہ پُوچھتا ہُوں کہ ہم روپے کو کس طرح استعمال میں لائیں۔

ہلڈا۔ وُہ روپیہ کیا مل گیا ہے؟

سیسل۔ ابھی تو نہیں۔

ہلڈا۔ مَیں تو یہی کہتی ہوں کہ ابھی اور انتظار کرو۔ پہلے روپیہ تو مل لے۔

سیسل۔ لیکن روپیہ تو بہرحال دو چار گھنٹے میں ہمیں مل ہی جائیگا۔

ہلڈا۔ دو چار گھنٹے تک ملا تو کیا فائدہ۔ مَیں پہلے بھی کہہ چکی ہُوں کہ میرے لئے بے سُود ہوگا۔

سیسل۔ اچھا پیاری یہ تو بتاؤ کہ تمہاری سیر و تفریح کی نسبت کیا رائے ہے؟

ھلڈا - یہ تو تم جانتے ہو کہ مجھے سیر و تفریح کی کس قدر دھت ہے - افسوس تم یہ ذکر ہی چھیڑ کر کیوں میرے دل میں آگ لگاتے ہو -

سیسل - اچھا اب تیار ہو جائیے ہم عنقریب چلینگے -

ھلڈا - تو خیر میں آجکل سفر نہیں کر سکتی - معاف رکھئے -

سیسل - تو تم پھر کیا چاہتی ہو ؟

ھلڈا - آپ کی نوازش - اور اس کے سوا کچھ نہیں چاہتی -

سیسل - پھر بھی بتاؤ تو سہی تم بگڑ کیوں گئیں -

ھلڈا - میں تو یہی چاہتی ہوں کہ تم پھر ویسے غریب ہو جاؤ -

سیسل - میں بھی یہی چاہتا ہوں - واقعی امیر بننے کی مجھ میں بھی توفیق نہیں اس میں بہت جھگڑے ہیں - روپے کی خواہش اور ضرورت تو ہر شخص محسوس کرتا ہے لیکن جب روپیہ مل جائے تو اس کے استعمال اور انتظام کے لئے ہر شخص اہل نہیں ہوتا - جب سے یہ سنا ہے کہ میں تیس لاکھ کا مالک ہو گیا ہوں - میں کیا بتاؤں - ہزار ہزار قسم کے افکار میری جان لئے لیتے ہیں - مگر اب کیا کریں - اب تو ہم مالک بن چکے ہائے افسوس - اگر چچا مرحوم وصیت کرنے سے پہلے مجھ سے استمزاج کر لیتے تو میں انکا وارث ہونا ہرگز قبول نہ کرتا - مگر اب مجبور ہوں - انکی وصیت کا پاس اور اپنے چچا کی اطاعت اس امر کی مقتضی ہے کہ میں چار و ناچار طوعاً کرہاً یہ تیس لاکھ روپیہ اپنے مصرف میں لاؤں -

ھلڈا - یہ باتیں تو میں جانتی نہیں - ہاں اتنا جانتی ہوں کہ ہم مفلسی کی حالت میں اس سے بدرجہا خوش تھے اور اب ایک مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں -

(ہلڈا رونے لگتی ہے)

سیسل۔ تمہیں اب میرے چچا کا ماتم اور سوگ یاد آیا ہے۔ خیر اچھّے موقع پر خیال آگیا۔ بیشک روپیہ ملنے سے پیشتر ہی چاہیے تھا تاکہ روپیہ تو ہم پر حلال ہو جاتا۔

ہلڈا۔ ہیں! آگ لگے تمہارے چچا کو۔ اس نحوس نے تیس لاکھ روپے دیکر ہمیں اس نوبت کو پہنچا دیا ہے۔

سیسل۔ پھر تم وہی باتیں کرنے لگیں۔

اتنے میں گھنٹی کی آواز ان کے کان میں آئی

ہلڈا۔ یہ کون ہے۔ میں جاکر دیکھتی ہوں۔

(ہلڈا جاتی ہے)

سیسل۔ آج کے بعد ہمارے پہلے دوستوں میں سے کوئی گھنٹی نہ بجائیگا۔ اور ہمیں اپنی ملاقات سے دق نہ کریگا۔ بس اب جسوقت یہاں سے ہم نکلے ہم الگ تھلگ مزے کرینگے۔ ہمیں اب کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔

ہلڈا داخل ہوتی ہے

ہلڈا۔ ایک چپڑاسی یہ چٹھی گرین فیلڈ کمپنی سے لایا ہے۔ میرے خیال میں اب تمہاری چچی مر گئی ہونگی۔ کہو اب کتنے کے وارث ہوئے۔ اس چٹھی کو کھولکر دیکھو تو سہی

سیسل۔ (خط کھولکر پڑھنے لگتا ہے)۔

جناب مکرم بندہ

ہمارے موکل ... مطبع والوں نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ انکو آپ سے ۲۰۰ روپیے بابت اُجرت چھپائی لینے ہیں۔ اگر آپ تین دن تک یہ روپیہ بذریعۂ چک ہمارے پاس نہ بھیجدینگے تو ہم کو اختیار ہوگا کہ ہم بذریعۂ عدالت چارہ جوئی کرکے یہ رقم آپ سے وصول کریں۔ حساب ملاحظہ فرمائیے۔

گرین فیلڈ کمپنی

درست۔

ھلڈا۔ کیا کوئی اور سمن آیا؟

سیسل۔ نہیں ابھی تو اُس نے دھمکی دی ہی بلکہ ایک بڑا لطیف مذاق کیا ہے۔ گرین فیلڈ کمپنی واقعی خوب کاروبار کرتی ہو۔ اس میں کسی کی رو و رعایت نہیں ہوتی۔ اب خیال کیجئے اسی کمپنی کے پاس ہمارے تیس لاکھ روپیہ جمع ہیں اور یہی کمپنی ہم سے ۶۰۰ روپیہ طلب کرتی ہے۔ واقعی ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔ جس وقت اُنہوں نے یہ خط لکھا ہوگا دل میں کیا کہتے ہونگے۔ کہ ابھی تو ہم نے انکے تیس لاکھ روپے کی انکو اطلاع کی ہو اور ابھی ہم ۶۰۰ روپیہ کا تقاضا کرتے ہیں۔

ھلڈا۔ ہاں مگر یہ ایک اور خط بھی تو ہے سیسل!

سیسل۔ لاؤ وہ بھی دیکھیں۔

جناب مکرم بندہ

بجائے اس چٹھی کے ہمارے محرر نے غلطی سے آپکو وہ خط بھیجدیا ہے جس میں تیس لاکھ روپے کے ملنے کی اطلاع ہے۔ وہ خط کسی اور صاحب کے لئے تھا اور آپ کے لئے یہ خط ہی جو ہم اب بھیجتے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ہمیں اس اتفاقیہ غلطی کے لئے معاف فرمائینگے۔ اور یقین ہے کہ آپ کو اس غلطی سے کوئی تکلیف نہ ہوئی ہوگی۔

گرین فیلڈ کمپنی

ھلڈا۔ ہیں۔ غلطی؟ تو کیا آسٹریلیا میں تمہارا کوئی چچا نہ تھا۔

سیسل۔ نہیں ہلڈا اُس نے میرا دیوان ہی نہ خریدا ہوگا۔

ھلڈا۔ تو گویا اب تم تیس لاکھ کے مالک نہ رہے۔

سیسل۔ اب کہاں رہے اب تو میرے پاس صرف تین کتابیں اور تین سو روپیہ

ماہوار کی آمدنی ہی ہے ۔ اُف کس قدر پریشانی ہوئی ۔ بس اب تم میرے چچا کا بھی نام نہ لینا۔ مجھے اُس سے کیا غرض ۔

ہلڈا - ہاں ہاں سیسل ! اب رنج نہ کرو - مَیں بہت خوش ہوں ۔

سیسل - واہ تم خوش ہو - تیس لاکھ روپیہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا - بنا بنایا کھیل بگڑ گیا - ہلڈا اصل میں تمہارے ہی فضول جھگڑوں نے رنگ میں بھنگ ڈالدی ۔

ہلڈا - اب کیا ہے - خیر سیسل ! اگر تم واقعی امیر ہوجاتے اور مجھ کو وُہ ڈریس نہ لیکے دیتے تو مَیں تمہارا قصور کبھی نہ معاف کرتی - ہماری محبت میں ضرور فرق آجاتا ۔ اور یہ بات کبھی نہ رہتی ۔

سیسل - کیا واقعی یہ بات ہے ؟

ہلڈا - اب چونکہ تمہارے پاس روپیہ نہیں ہے اس لئے اب مَیں وُہ پوشاک تم سے نہیں مانگتی ۔

سیسل - ہاں - میری جان میں یقیناً لکھ پتی ہونے کے لئے نہیں بنایا گیا ۔

ہلڈا - خُدا کا شکر ہے کہ ہم پھر ویسے ہی ایک دُوسرے کے چاہنے والے ہیں - خُدا ایسی دولت ہمارے نصیب میں نہ کرے جو ہمارے تعلقات میں مخل ہو - ہمارے لئے افلاس ہزار درجے مُبارک ہے - سچ یہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند سے تنگدستی اور افلاس میں محبت کرے تو وُہ یقینی سچی محبت ہے - ورنہ امیروں سے محبت کون نہیں کرتا - وُہ تو روپیہ دیکر انسان کو خرید لیتے ہیں ۔

سیسل - ہمیں تو اپنی روکھی سوکھی پسند ہے - ہم غریب سہی بلا سے - مگر امیروں کی طرح آئے دن کے جھگڑوں میں تو نہیں پڑتے ۔

ہلڈا - یہ تو خیر تیس لاکھ روپیہ تھا اگر تیس کروڑ کے بدلے بھی ہماری محبت کوئی ہم سے مانگے تو

مَیں ہرگز قبول نہ کروں - ہم جب ایک دُوسرے کو پیار کر لیتے ہیں تو بس یہ سمجھو کہ دُنیا بھر کے غم غلط ہو جاتے ہیں اور طبیعت کو ایسی تسکین اور دل کو اطمینان ہوتا ہے کہ روپے کی حرص کے پیدا ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی - امیر لوگ اس محبت کی قدر نہیں کرتے -

سیبل - واقعی تم سچ کہتی ہو - ہم بہت خوش قسمت ہیں - کہ یہ نعمتِ غیر مترقبہ ہمیں میسّر ہے - اچھا اب تم یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس اسوقت روپیہ کتنا ہے؟

ہلڈا - پچیس ہیں -

سیبل - اچھا تو چلئے کھانے سے فارغ ہو لیں اور پھر رات کو اس محلّے کو چھوڑ دیں - یہاں ہم کو قرضخواہ بہت ستانے لگے ہیں ‌+

(ماخوذ) **اِکرام**

غزلِ آسی

عشق کا عشق محبت سے محبت مجھ کو
اس قدر ذوق بلا شوق مصیبت مجھ کو

تا بکے حسرتِ وصل و غمِ فرقت مجھ کو
اپنی ہستی سے کسی طرح ہو غفلت مجھ کو

وُہ نہ بے باکیوں سے خوش نہ ہوس ناکی سے
ہو گئے غیر کے اعمال نصیحت مجھ کو

ہُوں گنہگار مگر حسرتِ دیدار بھی ہے
جلوہ تیرا ہو تو دوزخ بھی ہو جنت مجھ کو

مَیں بھی باطل میری ہستی بھی سراسر باطل
یہ سوجھائی ہے انا الحق کی حقیقت مجھ کو

نُورِ خورشید ستاروں کو مٹا دیتا ہے
تم ہو پہلو میں تو محفل بھی ہو خلوت مجھ کو

کُوئے محبوب سے کوئی بھی نکل سکتا ہے
اپنے اوہام ہوئے وادیٔ غربت مجھ کو

کیا خبر تھی کہ اُنہیں کے ہیں کرشمے سارے
گلہ غیر کی ہے اُن سے ندامت مجھ کو

عندلیبِ گُل رخسار بھی سب جانتے ہیں
تیرے پردے نے کیا بارِ فضیحت مجھ کو

بے حجابی کبھی ممکن نہیں جب تک میں ہُوں
خلل انداز ہوں کر دیجئے رخصت مجھ کو

اب تو دیدار دکھا دیجئے تقصیر معاف
ہو گیا وعدۂ فردا ہی قیامت مجھ کو

کیوں نہ ہوں خاکِ درِ دوست کہ بغیر خاک نہ ہوں
آسی اپنی بھی نہیں خاک محبت مجھ کو

یتیموں کی فریاد

یہ وُہ دردناک نظم ہے جو ہمارے لُطف فرما حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے گذشتہ اجلاس میں پڑھی۔ جس وقت آغا صاحب نظم پڑھ رہے تھے اُس وقت ایک عجیب سناٹے کا عالم تھا اور سامعین نے نہایت توجہ اور دلچسپی سے اس نظم کو سُنا۔ حاضرینِ جلسہ میں سے شاید ہی کوئی دل ایسا ہوگا جو متاثر نہ ہوا ہو۔ اس دلگداز نظم میں جو درد اور تاثیر ہے اسکا احساس خود ناظرینِ مخزن کو ہو جائیگا۔

اِک دن اچانک شام کو مَیں اِک خرابے کے قریں — جا نکلا اپنی فکر میں مستغرق و اندوہگیں
رُک رُک کے پڑتے تھے قدم تھم تھم کے اُٹھتی تھی نظر — مُنہ تک ہی تھی اشک کا دامن سے پہلے آستیں
بوجھل طبیعت تھی بہت بھرتا چلا آتا تھا دل — مَیں پاؤں رکھتا تھا کہیں کمبخت پڑتا تھا کہیں
ناگاہ دو بھائی بہن بیٹھے ہوئے آئے نظر — گردِ یتیمی بر سر و آثارِ غربت بر جبیں
کپڑے پھٹے ناخن بڑھے اُلجھے ہوئے تھے سر کے بال — چہروں کی رنگت زرد تھی جس طرح ہلدی کی زمیں
آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے مظلوم صورت ہائے ہائے — تقدیر جو چاہے دکھائے کہتے تھے یہ وُہ نازنیں
ماں باپ کا سایہ اُٹھا بچپن میں لاوارث ہوئے — اپنا نہیں کوئی رہا اب یا الٰہ العالمیں
ہم پہ تو دُنیا تنگ ہے یارب کہاں جا کر رہیں — پڑ رہنے کو بھی رات کے کوئی ٹھکانا اب نہیں

ویرانہ ہے ڈر لگتا ہے جنگل بڑا سنسان ہے
کیڑے پتنگے سے یہاں گھبراتی اپنی جان ہے

بولی بہن بھائی نہ رو اماں نہیں تو غم نہ کھا — لے اوڑھنی میری بچھا دن بھر پھرا ہے لیٹ جا
آ بھیا میری گود میں! آ بھیا میری گود میں! — لے آ کے سو جا گود میں آرام تو کر لے ذرا
قربان جاؤں میں ترے بھائی بہت بھوکا ہے تو — ہمت ہے تو چل اُٹھ چلیں لے آئیں ٹکڑا بھیک کا

بستی یہاں سے پاس ہے پھر کیوں تجھے وسواس ہے — ہے سانس جب تک آس ہے گھبرا نہ میں تجھ پر فدا
مانا اندھیری رات ہے اپنا یہ کچا ساتھ ہے — سر پر خدا کی ذات ہے حامی ہے وہ ہر ایک کا
ٹھوکر لگے جو راہ میں انگلی پکڑ لینا مری — کہتے ہیں ہوتا ہے بہت تنکے کا بھی تو آسرا
شاید کہ ملجائے کہیں اللہ کا بندہ کوئی — یہ آگ دوزخ کی بجھے اس آتما کی لے دعا
اولاد والے تو بہت ہوتے ہیں بھائی کیا کہوں — لیکن وہی ہے ایک دل جس دل میں ہو خوف خدا

شاید کسی انسان کی بھی شکل انسانوں میں ہو
شاید کوئی دھرماتما ہندو و مسلمانوں میں ہو

لڑکے نے پہلے تو سنا خاموش اس تقریر کو — پھر یوں تسلی دی وہیں منہ چوم کر ہمشیر کو
بھیا ترے اس پیار سے ہاں باپ یاد آتا ہے مجھے — لازم ہے میں پوجا کروں اماں کی اس تصویر کو
گو بھوک سے ہوں میں نڈھال لیکن ہے اسکا بھی خیال — زخم جگر سے میں بھلا کھینچوں گا کیونکر تیر کو
تیر ملامت کونسا؟ یہ بھیک اپنا مانگنا — مجھ سے نہ ہوگا اے بہن سمجھو میری تقریر کو
گو تم سے چھوٹا ہوں بہت لیکن بڑی یہ بات ہے — مانگے سے ہاتھ آئے جو شے پھونکو بھی اس اکسیر کو
جس نے ہمیں پیدا کیا منہ چیرا ہے بہر غذا — بدلے وہی تقدیر کو جس دے وہی تدبیر کو
بہتر ہے اسکا نام لیں اس سے ہی رو رو کر کہیں — پہنچائے وہی قوم تک اس نالۂ شبگیر کو
وہ ہی ہماری آہ میں دیگا اثر پیاری بہن — شاید سنیں کچھ اہل دل دردِ دلِ دلگیر کو

ہم ننھے ننھے بے وطن دل کا کہا کہنے کو ہیں
جس سے کہ ٹکڑے ہو جگر وہ مدعا کہنے کو ہیں

ایمان والو چین سے بیٹھے ہوئے ہو اپنے گھر — ہے کیا ضرورت یہ تمہیں لو دردمندوں کی خبر
تم پیٹ بھر کر کھاتے ہو تم ٹھنڈا پانی پیتے ہو — ہم بھوکے پیاسے پھر رہے ہیں مارے مارے دربدر
پہنو لباس فاخرہ اچھی سے ہو اچھی قبا — ہم کو تو بھی دیکھو ذرا چیتھڑا نہیں ہے جسم پر

تم اُو بچے محلوں میں ہو پھر روشنی بجلی کی ہو
ہم کو ہیں قبروں کے گڑھے ہم سے تو اچھے جانور

وہ نرم بستر اور تم یہ خاک پتھر اور ہم
انصاف کہتے ہیں اسے کیوں جی ملاؤ تو نظر

اولاد والے تم بھی ہو رکھو کلیجے پر تو ہاتھ
ہم کس کے سینے سے لگیں کس کو کہیں مادر پدر

بچے تمہارے خوش ہیں کرتے ہیں وہ کیا کیا ضدیں
ہم جھڑکیاں کھاتے پھریں آخر یہ کیوں کس جرم پر

ہم بھی خدا کی جان ہیں کچھ بھی سہی انسان ہیں
پھر صاحبِ ایمان ہیں ایمان کی تو لو خبر

ہم واجب الامداد ہیں حق ہے ہمارا بھی جناب
صورت سے کیوں بیزار ہو بھولے ہو کیا اُم الکتاب

مذہب بدل لیں کیا کریں کچھ اور ہی کہلائیں ہم
تم تو نہیں سنتے ذرا آخر کہاں مر جائیں ہم

ناٹک میں ناچیں کیا کریں میخانوں کی چلمیں بھریں
یا جھوٹے ٹکڑوں سے پلیں بھوکے ہوں تو کیا کھائیں ہم

چوری کا لپکا ڈال لیں یا داؤں جا جا کر بدیں
عریاں ہیں تن کیونکر ڈھکیں چادر کہاں سے لائیں ہم

فاقوں سے ہیں ہم نیم جاں گن لو ہماری پسلیاں
محنت کے ہم قابل کہاں اٹھ اٹھ کے جب گر جائیں ہم

کہتے ہیں آسائش کسے ہم جیسے آئے تھے چلے
پیدا ہوئے تو کس لئے کس کام کو دکھلائیں ہم

جب دل ہمارا ہل گیا تو عرشِ اعظم ہل گیا
قدسی تڑپ جائیں ابھی آنسو اگر بھر لائیں ہم

اللہ کے پیارے ہیں وہ جو پیار کرتے ہیں ہمیں
تم سمجھے بوجھے آپ ہو کس طرح سے سمجھائیں ہم

تم سایۂ دامن میں لو تم ہاتھ تو سر پر رکھو
خوفِ خدا کچھ تو کرو ایسا نہ ہو مٹ جائیں ہم

شاعر سے پوچھو تو ذرا یہ کام بھی عقبیٰ کا ہے
کیجے بھلا ہوگا بھلا دستور یہ دنیا کا ہے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کلیجے کا داغ

زینہ نہ بامِ عرش کا اُتنا بلند تھا میری دُعا کو بابِ اجابت ہی بند تھا
تیرِ اجل کو آہ ! نہ درماں پسند تھا اچّھا ہوا کسی سے نہ۔ وہ دردمند تھا
دھڑکن گئی نہ دل کی۔ نہ دردِ جگر گیا
بالیں سے نااُمید تری چارہ گر گیا

وُہ آہ ! تیری چاند سی صُورت کِدھر گئی آنکھوں کا نور۔ رُخ کی صباحت کدھر گئی
ہونٹوں کی لال لال وہ رنگت کِدھر گئی بچپن کے مُسکرانے کی عادت کِدھر گئی
ہونٹوں پہ اب ہنسی ہے۔ نہ جُنبش زبان کو
کیا جانے کیا ہوا مری ننھّی سی جان کو

چہرے سے آہ ! یُوں ہے صباحت اُڑی ہوئی جیسے خزاں میں پھُول سے نکہت اُڑی ہوئی
دِل سرد۔ جسم سے ہے حرارت اُڑی ہوئی رُخ سے گلاب کی سی ہے رنگت اُڑی ہوئی
آنکھیں کنول سی ہیں۔ نہ وُہ چہرہ ہے پھُول سا
لوگو! ہے آج کچھ مرا ننھّا ملول سا

پنہاں اجل کا دستِ ستم آستیں میں ہے مجھ کو خبر نہ تھی کہ یہ ظالم کمیں میں ہے
آنکھوں میں نُور ہے۔ نہ صباحت جبیں میں ہے قالب یہاں ہے۔ رُوح بہشتِ بریں میں ہے
زانو پہ سو گیا مرے سر رکھ کے آہ تو
کھولیگا آنکھ کب مرے نورِ نگاہ تو

گو مجھ سے اب نگاہ نہیں آشنا تری مجھ کو مگر ہے آہ ! وُہی مامتا تری

اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادا تری ۔۔۔ اس غم میں بھی شبیہہ ہے تسکیں فزا تری

تو کوئی دم میں خاک کا پیوند ہی سہی
بوسے تو لے رہی ہوں میں۔ لب بند ہی سہی

صبر و سکوں کا کر نہ سفینہ تباہ تو ۔۔۔ ماں کا سمجھ کے توڑ دلِ داد خوا
بے نور آنکھ ہے مرے نورِ نگاہ تو ۔۔۔ یعنی ہے مجھ غریب کا روزِ سیا

میں نے سمجھ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا ترا۔ تجھے سونپا زمین کو

ایذا سے جان زار جو کاہش طلب رہی ۔۔۔ دن بھر بسر کی یاد میں میں مضطرب ر
جب نصف شب گزر گئی۔ اور نصف شب رہی ۔۔۔ دل میں نہ آہ! طاقتِ رنج و تعب ر

نیند آ گئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کنج پر فضا لبِ دریا نظر پڑا

پچھلے پہر کا وقت تھا۔ جاں بخش تھی ہوا ۔۔۔ اور میرے ساتھ تھا مرا ننھا ٹہل رہا
صورت تھی پیاری پیاری وہ معصوم دلربا ۔۔۔ اک پھول تھا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پھولوں کی بو سے بادِ صبا عطر بیز تھی
سر پر شعاعِ نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی ۔۔۔ تھی گورے گورے گالوں پہ سرخی جھلک رہی
وقتِ خرامِ ناز کمر تھی لچک رہی ۔۔۔ شبنم ادھر گلاب تھی رخ پر چھڑک رہی

رخ پر جو چاندنی نے اجالا تھا کر دیا
مکھڑے کا اور حسن دوبالا تھا کر دیا

کہتا تھا مسکرا کے۔ مجھے یوں دکھا کے پھول ۔۔۔ کس رنگ کے یہ گل ہیں۔ یہ ہیں کس ادا کے پھول

کلیاں گلاب کی ہیں۔ نہ یہ موتیا کے پھول — دلکش عجب ہیں اِس چمنِ دلکشا کے پھول
دُنیا کی ہے ہوا اُنہیں چھو بھی نہیں گئی
اُڑ کر ہے اُنکی خلد سے بو بھی نہیں گئی

اِس کُنجِ دلنشیں کی ہے آب و ہوا پسند — دُنیا کی اب نہیں مجھے اماں! ادا پسند
ہو جس کو خلد کا چمنِ دلکشا پسند — کانٹوں کو دہر کے وُہ کرے آہ! کیا پسند
دُنیا سے آہ! اب نہ مجھے دل بستگی نہیں
مَیں شاد ہُوں کہ مجھ کو غمِ خستگی نہیں

میں جانتا ہُوں ضبط کی عادت ہے کم تمہیں — برسوں رُلائیگا مرے مرنے کا غم تمہیں
دنیا سے بندھا ہو دل کو عبث ہے الم تمہیں — رونا نہ اب مجھے۔ مرے سر کی قسم تمہیں
اشکوں سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کرو
دُنیا میں کچھ دنوں خوش و ناخوش بسر کرو

(ماخوذ از انگریزی) — سرور جہان آبادی

شاخ بُریدہ

اک روز گلستاں میں جو میرا گذر ہوا — لُطفِ بہار و منظرِ بُستاں تھا دلکشا
جادو بھرا خصائل کا اُدھر حُسنِ جانفزا — بلبل اِدھر ترانۂ اُلفت سے خوش نوا
سبزے کا فرش بادِ بہاری بچھا گئی
شبنم بھی موتیوں کا خزانہ لٹا گئی

کلیاں تھیں اک ادائے تبسّم دکھا رہی تھیں مُسکرا کے بجلیاں گویا گرا رہی
بادِ صبا اُنہیں تھی کبھی گُدگُدا رہی مُنہہ چُوم کر کبھی تھی گلے سے لگا رہی
شمشاد کے گلے کا کبھی ہار بن گئی
سُنبل کے گیسوؤں کا کبھی تار بن گئی

شاخیں گلوں کی گاہ صبا تھی ہلا رہی تھی گاہ طفلِ غنچہ کو جھُولا جھُلا رہی
مستانہ چال سے تھی کبھی لڑکھڑا رہی انداز لغزشوں کے کبھی تھی دکھا رہی
سوسن کی ہمزباں تھی کبھی ہمکنار تھی
نسرین و نسترن کی کبھی رازدار تھی

سُنبل کھڑی تھی زُلف پریشاں کیے ہوئے گیسو میں مُشکِ نافہ کو پنہاں کیے ہُوئے
شانوں پہ تار تار تھی پیچاں کیے ہُوئے گویا تھی قید سارا گلستاں کیے ہُوئے
سو سو طرح کا پیچ تھا ایک ایک بال میں
سارا چمن اسیر تھا زلفوں کے جال میں

تھیں خندہ ہائے گل میں عجب جاں نوازیاں نالوں میں بلبلوں کے نہاں جاں گُدازیاں
پیچے کے پیچ پیچ میں افسوں طرازیاں نرگس کی چشمِ مست میں سو سحر سازیاں
کچھ کر رہی تھی غنچوں کو نرگس اشارتیں
آنکھوں سے تھیں ٹپک رہی اُسکی شرارتیں

مُرغانِ بوستاں بھی تھے بیتاب سربسر بےچین اُڑ رہے تھے چمن میں اِدھر اُدھر
گویا تھے ڈھونڈتے وہ کسی کو شجر شجر قربان کر رہے تھے وہ دِل شاخ شاخ پر
نرگس پہ ۔ نسترن پہ ۔ گل و سبزہ زار پر
شمشاد پر ۔ صنوبر و سرو و چنار پر

دہانی لباس پہنے عروسِ بہار تھی زیبِ گلو کئے ہوئے پھولوں کے ہار تھی
ہر برگِ گل سے شانِ جمال آشکار تھی جو بن گئے اِس اُبھار پہ جنّت نثار تھی
شہرت بہارِ حُسن کی تھی آسمان پر
تعریف اُس کی مُرغِ جناں کی زبان پر

...تا ...کی سیر میں مَیں بسکہ محو تھا پیشِ نظر تھی گلشنِ فردوس کی فضا
...قدم مرا ناگاہ جا پڑا آئی صدا کہ "دیکھ تو او بندۂ خدا"
"چلیے نہ آنکھ بند کیے یُوں غرور سے
اس گلستاں سے چل دیے لاکھوں حضور سے"

...صدا نے مِرا دل ہلا دیا جھٹکی سی لیکے خواب سے گویا جگا دیا
...طفِ سیر و تماشا بُھلا دیا پردا اٹھا بیخودی کا جو دل پر- اُٹھا دیا
مَیں نے کہا معاف مِری کیجیے خطا
ہیں کون آپ صاف مجھے دیجیے بتا؟

...ر- حال پُوچھتے ہو عاجزوں سے کیا تم کو غرض ہے بیکسوں اور دل جلوں سے کیا
...نہ سُنوگے درد کا بدقسمتوں سے کیا کیونکر کہیں سلوک ہوا غمزدوں سے کیا
کہنے کی تاب مجھ میں نہ سننے کی آپ میں
مُرغِ چمن کا نغمہ نہیں اس الاپ میں

پتھر سا کس طرح دلِ تفتہ بنائیے کیونکر زباں تک آتشِ سینہ کو لائیے
قصّہ جگر کے سوز کا کیونکر سُنائیے جور و جفائے چرخ کہاں تک بتائیے
ہیں دل ہوں- چشمِ تر ہوں کہ خونِ چکیدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں وہ ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں"

خواجہ میر درد ؒ

دل کا - جگر کا - پہلو کا - سینے کا - جان کا
دردِ دروں سناؤں میں کس کس مکان کا

بیدرد - درد - مجھ میں ہے سارے جہان کا
کیا کچھ بیان کروں میں ستم آسمان کا

"نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہوں
میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں"

فصلِ بہار کو کبھی مجھ پر بھی ناز تھا
مجھ سے نسیمِ صبح کا راز و نیاز تھا

عارض کا میرے سبزہ کبھی جاں نواز تھا
پنہاں مرے جمال میں قدرت کا راز تھا

میں بھی نشانِ رحمتِ پروردگار تھی
مجھ سے بھی شانِ حسنِ ازل آشکار تھی

گجرے مرے اتار جو لیتی کبھی خزاں
پہناتی پھر بہار نئی اور پہنچیاں

پاؤں میں میرے رہتا تھا آبِ رواں رواں
سر پر تھا میرے ابرِ بہاری کا سائباں

پھولوں سے جب بہار سجاتی مری جبیں
تاروں میں پھر نہ ہوتی تھی کیا کیا چناں چنیں

جوبن سے میرے بزمِ گلستاں تھی زرنگار
میرے گلوں سے پر تھا کبھی دامنِ بہار

میرے بھی پھول تھے کبھی نازک گلوں کے ہار
ممنوں کبھی مرے تھے حسینانِ گلعذار

فصلِ بہار کی میں دلارام تھی کبھی
باغِ جہاں میں میں بھی تو خوش کام تھی کبھی

القصہ گلستاں میں تھی میں بھی ہری بھری
غنچوں - گلوں سے رہتی تھی جھولی مری بھری

انداز میں مرے بھی تھا اعجازِ دلبری
تھی خوش نصیب میں بھی تہِ چرخِ چنبری

بے رحم باغبان نے اب خار زار میں
پھینکا ہے مجھ کو کاٹ کے فصلِ بہار میں

سودا

حالِ زبوں میں اپنا کروں ہائے کیا بیاں — عبرت فزا ہے میری مصیبت کی داستاں
گلگوشہ جس کا صحنِ چمن میں تھا آشیاں — اب خار و خس میں اسکی ملیں ہائے ہڈیاں

اس ظلم پر بھی جی نہ بھرا باغبان کا
گلشن سے استخوانِ مری گلخن کو لیچلا

زیبا نہیں غرور مُبادا کہ جمال کا — کیجے نہ اعتبار بہارِ کمال کا
کھٹکا ہے اس چمن کو خزاں کے زوال کا — ہر گل کے زیرِ پہلو ہے کانٹا ملال کا

رنگِ زمانہ گاہ چنیں است و گہ چناں
در باغِ عمر گاہ بہار است و گہ خزاں

نورتن

بازار یہاں گرم سودیشی[1] کا رہے — ۱ — سودا جو رہے سر میں تو خویشی کا رہے
گائیں بھی جو ہندی تو اب اپنی گائیں — جو راگ رہے ساز میں - دیسی[2] کا رہے

جو دیس کا خادم رہے انسان ہے وُہ — ۲ — بن جائے جو ہمدردی جان ہے وُہ
اڑ جائے جو اپنوں کی بھلائی کے لئے — وہ جان نہیں مُلک کا جانان ہے وُہ

ہو جوش جسے قوم کی ہمدردی کا — ۳ — ہے وصف اسی شخص کی پامردی کا
جو چھت کی طرح عام پہ سایہ رکھے — گرمی کا اُسے ڈر ہے نہ تو سردی کا

حکمت کے طلبگار رہو صنعت سیکھو — ۴ — طالب رہو حرفت کے - تجارت سیکھو
گر جسمِ ترقی کی بقا ہو منظور — اِن چار عناصر کی حفاظت سیکھو

جو بارِ بھلائی کا اُٹھا لیتے ہیں — ۵ — وُہ خاک کو اکسیر بنا لیتے ہیں

[1] سودیشی سے ہماری مراد ملکی بھلائی مراد ہے جو سلطانِ وقت کی اطاعت و وفاداری کے ساتھ ہو ۱۲ [2] ہندی کا سنگیت یعنی دیسی ایک راگنی ہے ۱۲ طالب

پِستے ہیں جو سُرمے کی طرح اے طالب — آنکھوں سے اُنہیں لوگ لگا لیتے ہیں

۶ اک تن سے کہاں مُلک بنا کرتا ہے؟ — سو جسم ہوں تب نفع ہوا کرتا ہے
تنکے سے صفائی نہیں ہوتی طالب — جاروب سے گھر پاک ہوا کرتا ہے

۷ دھیان اپنی غرض کا ہمیں سو جان سے ہو — آرائشِ تن شوق سے ہو شان سے ہو
کچھ قوم کی حالت نہ سنوارے کوئی — صد حیف کہ یہ کام نہ انسان سے ہو

۸ جس مُلک کے ہو اُس کو بگاڑو نہ کبھی — جس ڈال پہ بیٹھو اُسے کاٹو نہ کبھی
رہنا سیکھو دیا سلائی کی طرح — جس گھر میں رہو اُس کو جلاؤ نہ کبھی

۹ تم دین کے جھگڑے نہ نکالو پہلے — دُنیا کو مگر اپنی سنبھالو پہلے
مسجد میں دیا جا کے جلانا پیچھے — اپنے گھر میں دیا جلا لو پہلے

(طالب بنارسی از بمبئی)

کبھی کی یاد

گئے وہ دن کہ مجھ کو روز و شب آرام رہتا تھا — یہی آرام تھا اک کام جس سے کام رہتا تھا
مری تصویر سے ظاہر تھی اک صورت مسرت کی — مسرت صاف تھی تصویر گویا میری صورت کی

مجھے مسرور رکھتا تھا خیالِ خوابِ روحانی
نسیمِ آرزو کرتی تھی کیا کیا گوہر افشانی

تماشائی تجلی تھا زبس مدِ نظر مجھ کو — جمالِ یار کا آئینہ تھا دیوار و در مجھ کو
فروغِ دیدۂ بینش مری نظروں میں پنہاں تھا — نظارہ ماہِ کنعاں کا مرا خوابِ پریشاں تھا
مے و ساقی کی پروا کیا کرے آئینِ مشتاقی — خیالِ یار تھا مے اور ہوائے یار تھی ساقی
شرابِ بیخودی چلتی تھی ہر دم میری محفل میں — اُٹھاتا تھا تماشا اشتیاقِ آشنا دل میں

چمن تھا میرا مسکن گل مرے ہمراز تھے سارے
تکلف برطرف معشوق کے انداز تھے سارے

نہ تھی کچھ فکرِ مستقبل نہ کچھ اندیشہ ماضی
دل اپنے حال سے خوش تھا میں اپنے حال پر راضی

برنگِ طائرِ گلشن کہ ہو مصروف گانے میں
مزے آتے تھے بس مجھکو محبت کے ترانے میں

[illegible]

غزلِ اقبال

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھیگا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

جو موجِ دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شان اپنی
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھکو سامان آبرو کا

نہ ہو طبیعت ہی جنکی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے نگار خانہ ہے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں
نگہ کو نظارے کی تمنا ہے دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا اتنا بیدرد کیوں ہے انساں
تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا

کھلا یہ مرکر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا
جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی غبار تھا کوئے آرزو کا

ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو دیکھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

اڑایا ذوقِ تپش پتنگے نے شمع سے شوقِ شعلہ باری
کہیں سے سیکھی نماز میں نے دیا کہیں سے سبق وضو کا

کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

جو چاک سہرے جگر کے دیکھے کلی نے بادِ صبا سے پوچھا
یہ آدمی ہے کہ گل ہے ؟ منت پذیر ہے سوزنِ رفو کا

گیا ہے تقلید کا زمانہ مجاز رختِ سفر اُٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کسکو یارا ہے گفتگو کا

تمام مضمون مرے پرانے کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

جو گھر سے اقبال دور ہوں میں تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے
مثالِ گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا

آپ واقعی اسوقت تک

اندازہ نہیں کر سکتے کہ انتخاب مخزن میں کیا خوبیاں ہونگی۔ مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ اس انتخاب میں راتیں کالی ہوئی ہیں اس انتخاب میں دن بیتے ہیں اور اس انتخاب کو مخزن کی گذشتہ نو جلدوں میں سے عطر کی روح کی طرح کھینچکر کتاب کی صورت میں دس نہیں بلکہ دو ڈھائی سو صفحے رنگے ہیں۔ یہ نادر کتاب ان یگانۂ روزگار مشہور اہل قلم اور اعلے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مغربی و مشرقی خیالات کا لب لباب ہے اور ہر مذاق کے موافق مضامین منتخب کئے گئے ہیں۔

انتخاب مخزن

میں انجمن اردو کے اراکین کی ولایت کی چھپی ہوئی تصویریں کتاب کی خوبی کو اور بھی دوبالا کرتی ہیں۔ اور بہمہ وجوہ اس انمول کتاب کی قیمت عہ زیادہ نہیں ہے محض توسیع اشاعت کی خاطر ہم یہ کتاب ۸ر میں دیتے ہیں۔

اب یہ آخری موقع ہے اگر اس کو آپنے کھو دیا تو پھر نہ افسوس کیجئے:۔ کیونکہ یہ کتاب ایسی نہیں کہ آپ کسی دوست کے ہاتھ میں دیکھیں اور آپ کے دل میں شوق نہ پیدا ہو۔ اس لئے آپکو چاہئے کہ اپنے کسی دوست کے نام مخزن جاری کرا کے ۸ر میں اس کو دلائیے اور ایک کاپی خود بلا قیمت لیجئے۔

مینیجر مخزن

نوٹ:- انتخاب مخزن اب قریباً تیار ہے تھوڑی سی کسر باقی ہے امید ہے کہ عنقریب بالکل تیار ہو جائیگا۔ ان شائقین کو گھبرانے کی ضرورت نہیں جو پہلے درخواستیں بھیج چکے ہیں

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی دواسازان ڈیٹرایٹ ملک امریکہ کی مشہور عالم ادویہ

اسٹرنس وائن آف کاڈ لور آئل

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر معہ کشتہ فولاد - پاکیزہ - بلا بو - اور باقی مرکب سے کھانسی اور کمزوری کا بہتر علاج عہ ۱۲ آ ۱۲ +

اسٹرنس ہیڈایک کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے بلا ضرر - زود اثر اور یقینی فائدہ رساں عام نقلی مت خریدو صرف اسٹرنس کی اصلی ہو ۱۲ قرص ۱۲

اسٹرنس ہیچلانڈس

کیسی ہی مثانے کی بیماری ہو - اسکے استعمال سے دور ہوجاتی ہے بہترین ادویہ میں کامیاب ہوئی - ۴۰ گولیوں کی شیشی عہ

اسٹرنس کولا

مقوی دماغ و اعصاب دافع سستی و کاہلی و تکان صرف تازہ اور بغیر خشک کی ہوئی گری سے تیار کیا جاتا ہے - خوشبودار اور خوشگوار - ۵ خوراک (عہ)

اسٹرنس پیپرائیس

غذا ہضم کرنے کے لئے بہترین دوا - نہایت سستی - زود اثر - کامل طور سے آلات ہضم کو درست کرتی ہے فی شیشی عہ

اسٹرنس کف کیور

کھانسی کو چند گھنٹوں میں آرام کرتا ہے - افیون اور مضر اجزا سے پاک ہو خریدنے کے وقت بغور دیکھیے کہ اسٹرنس کی ہو - فی بوتل ۱۲ +

رسالہ رفیق مریضان جسمیں انکی علاوہ دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی ڈیٹرایٹ ملک امریکہ کے مشرح حالات ہیں سٹرنس ایڈورڈ ٹائزنگ ڈپو کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کرو +

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیاء کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں

عرق ماء اللحم انگوری

اور

درازی عمر

یہ امر تازہ تجربے سے معلوم ہوا کہ دو بزرگ ہمعمر عہدہ دار جو اتفاق حسنہ سے ایک ہی ضلع میں مقرر تھے ایک ہی مرض میں مبتلا تھے ضعف دماغ اور تاریکی چشم۔ سر کا گھومنا چکرانا تھوڑے کام سے دل گھبرانا جس روز دو چار گھنٹے بیٹھ کر کام کرنا پڑے تو سر درد ہو جانا بھوک کا بند ہو جانا ہاتھ پاؤں کا ٹوٹنے لگنا اور کبھی گھر میں تخلیہ کا موقع ملے تو صبح کو کوفت اعضا شکستگی معلوم ہونا چارپائی سے اُٹھنے کو دل نہ چاہنا ایک صاحب نے عرق ماء اللحم کا استعمال شروع کیا اور دوسرے صاحب اپنے مختلف معالجے ڈاکٹروں حکیموں کا کرتے رہے چند دنوں بعد عرق پینے والے کا رنگ سرخ ہو گیا اور زردی چہرہ دور ہو کر گال جو پچکے ہوئے تھے پر ہو کر رنگ چمکنے لگا تو دوسرے مختلف ادویہ کھانے والے کے دوست نے بڑے تعجب سے پوچھا۔ یار کیا بات ہے تم تو چار بجے کے بعد سات بجے تک کچہری میں کام کرتے رہتے ہو۔ صبح دم دیکھو سویرے ہی اُٹھ کر پھرتے ہو انگوری کی لٹو بنا رہے یہ ماجرا کیا ہے۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں **عرق ماء اللحم انگوری دو آتشہ** ساختہ حکیم غلام نبی لاہوری پیا کرتا ہوں چنانچہ وہ سن کر نہ رہ سکے جھٹ تار دیا عرق بھیجدو +

اب اس ڈپٹی کلکٹر کا سارٹیفکٹ ملاحظہ کیجیے جس نے سول سرجنوں اور معزز دوسرے حکماء کا علاج کیا اور ناکامیاب رہا۔ دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر بھیجو۔ سارٹیفکٹ صحت یافتہ اصحاب کے بھیجدونگا۔ قیمت فی بوتل عہ تین بوتل سے چھ بوتل ؏ فی درجن ؏ بذریعہ ریل منگانے میں محصول کی کفایت ہوگی ریلوے سٹیشن بمعہ لائن صاف لکھیں نہ بذریعہ ڈاک منگانے میں محصول ڈاک مشتری کا ناضروری ہے

پتہ:- حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور موچی دروازہ داعوان منزل

مندرجہ ذیل اشیاء اس پتہ سے طلب فرمائیے - ایس - سی بخشی اینڈ کو - کوٹھی نمبر ۱۲۷ ہارلیسڈی سٹریٹ ڈاکخانہ بڑا بازار کلکتہ

کیا آپ ایک سچی اور مضبوط پاکٹ واچ مفت حاصل کرنا چاہتے ہیں

آپ مندرجہ ذیل فہرست کتب میں سے ۵ روپیہ ۸ آنہ کی کتابیں بخشی اینڈ کو سے طلب فرمائیے آپکو ایک گھڑی نفیسی لیور واچ جس کی مضبوطی کی بابت ہزاروں شہادتیں موجود ہیں جسکی قیمت دو روپیہ بارہ آنے ہے آپکو بلاقیمت کتابوں کی پارسل کے ہمراہ روانہ کی جاویگی +

یہ کتابیں آجکل کی چھپی ہوئی نہیں ہیں جسکی قیمت پہلے ہی اسی غرض سے جو گھٹی رکھدی جاتی ہے کہ آخر میں جس قیمت کو بھی فروخت کیجاویگی منافع ملیگا - بلکہ آٹھ دس برس قبل کی چھپی ہوئی ہیں لہذا ایسے نادر موقعہ کو غنیمت جانکر جلد فرمائش لکھو ورنہ آخر مئی ۱۹۱۰ء کے بعد انعامی گھڑی نہیں ملیگی محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار

فرمائش لکھتے وقت رسالہ مخزن کا حوالہ ضرور دیجیو گا ورنہ پوری قیمت لیجاویگی

نایاب اور قابل دید کتابیں

ترچھی نظر حصہ اول و دوم - ترچھی نظر دشمنی دیکھو عاشق دلگیر کو کیسے تیر انداز ہوئے ہو کر تیر کو صاف اف نہ کرنے دے اس ناول میں کیا ہے شب فراق کی بیکسی - دکھی ہوئے عشاق کی بیچینی و ناز و ادا کے غمزے و کرشمے - سلام و پیام کے انوکھے مضامین دیہار دلچسپی غیر مکمل پردہ اور تاکال تعلیم نسواں کی خرابیوں کی سچی تصویر ... بات میں مزا - کیا شروع کرکے چھوڑ دیا ... ہاتھ سے چھوٹ جاتی ... قیمت دو روپے آٹھ آنے +

معرکہ سپین - ایک تاریخی ناول ہے جسکا پلاٹ اسپین میں قائم خلیفہ عبدالرحمن دوم کے وقت کی کچھ حالت دکھائی گئی ہے جس عشق و ناز و نیاز کے نمونے عیسائیوں اور اہل اسلام کے ایسے صورتے دکھائی ہیں کہ میدان کارزار سامنے نظر آتا ہے قیمت فی جلد صرف عہ

اقبال قیصری - کیا آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اول یورپ کو خیال ہندوستان کی سیر کا کیوں پیدا ہوا اور تلاش ہندوستان میں کہاں کہاں روانہ ہوئے اور ہندوستان میں تجارت کس طرح جاری کی اور اقبال نے ہندوستان کا کیونکر مالک بنایا اور کس کس جنگ کا کیا نتیجہ ہوا اگر ایسا ہو تو آپ اس کتاب کو ضرور دیکھیں قیمت فی جلد چار آنے +

تاریخ بابل و نینوا - بابل و نینوا کی تعجب خیز حالات اور ان کی تباہی و بربادی کے عبرت ناک واقعات قلمبند کرکے گویا بعینہ ان کا فوٹو اتار لیا ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے

تاریخ ریاستہائے ہند آپ اس کتاب کو ضرور دیکھیں جس میں ہندوستان کی ریاستوں کے راجاؤں نوابوں کی سچی تصویریں دیکر انکی ریاست کی انتظامی حالت اور رقبہ وغیرہ کا خلاصہ مفصل لکھا ہے یہ کتاب خاص ترجمہ اور انتظام اور کوشش سے طیار ہوئی ہے قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ

جنگ یونان و ٹرکی اس کتاب میں اسی جنگ کا ذکر ہے جو یونان اور ٹرکی سے کریٹ کی بابت میں ہوئی تھی ... انگلینڈ نے اس جنگ کے ہر موقع کو دیکھا اور مکمل کتاب لکھی تھی یہ اسی چشم دید واقعے کا ترجمہ ہے - قیمت صرف ایک روپیہ +

سوانح عمری بابر بادشاہ - بابر شاہ وہ نامور بہادر بادشاہ ہے جسنے خاندان مغلیہ کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی اکبر شاہ کا ہونہار پوتا تھا ہمایوں اسی بہادر باپ کا بیٹا تھا بابر شاہ کی سوانح عمری اسی کتاب سے ترجمہ کی گئی ہے جس کو بابر نے اپنے قلم سے لکھا تھا - قیمت پانچ آنے +

نصائح بخشی - اس کتاب کے مطالعہ سے کم عقل عقلمند غریب امیر نا تجربہ کار امیرانہ شناس کم علم ذی علم ہو سکتے ہیں ایسی قابل قدر کتاب ابتک شائع نہیں ہوئی ہے بیشک یہ کتاب اپنے رنگ کی قابل قدر اور انمول کتاب ہے بہت عرصہ تک کام آئے گی - قیمت صرف آٹھ آنے +

جنگ ٹرنسوال نہایت حیرت خیز ناول ہے ابتدائے جولائی ۱۸۹۹ء سے دسمبر ۱۸۹۹ء تک کے حالات تفصیل واقعات ... اردو میں ...

اس پتہ پر تشریف لائیے جناب کا خادم - ایس - سی - بخشی اینڈ کو کوٹھی نمبر ۱۲۷ ہارلیسڈی سٹریٹ ڈاکخانہ بڑا بازار کلکتہ

اگر فسق نے آپ کو کسی مصرف کا نہیں رکھا تو ایک لائق تجربہ کار کا بنایا ہوا مرکب یعنی ڈاکٹر میجر س ہا ڈ روبٹل الکسیر اس مرض کو جڑ سے کھو دیتا ہی کچھ بیہودا کی بات نہیں خواہ مرض کیسا ہی شدید ہے جونہی اس اعجاز نما دوا کو ایک بار لگایا اور اس نے فوراً اکسیر جیسا اثر دکھلایا وزن گھٹنا شروع ہوا قیمت فی بوتل ایک عہ روپیہ علاوہ محصول ڈاک +

کمزور مضبوط ہو سکتی ہیں

یہ فقرہ خاصکر ان لوگوں کو مخاطب کر کے لکھا جاتا ہی جو کمزوری کا ہر طرح سے علاج کر چکے ہیں یا جنہوں نے کوشش کرنا بھی چھوڑ دیا ہی - اگر ناظرین میں سے کسی نے اپنے تئیں لاعلاج تصور کر لیا ہی تو سخت غلطی کی ہی اور اس سے بھی زیادہ یہ غلطی ہوگی کہ باوجود گذشتہ کوششوں کے ناکامیاب ہونے پر اب بھی انہی ادویہ مشتہرہ کی طرف متوجہ ہوں انکا نتیجہ دیکھ چکے آزما چکے اور معمول سہت اکسیر ڈاکٹر میجر کے وٹیلائیزنگ استعمال سے زائل شدہ طاقت بحال ہو جاتی ہیں اور یہ طور سے شامل کیگئی ہیں ہمارے تجربہ میں کسی قسم کی کمزوری ہو اس سے دور ہو جاتی ہے

رسالہ تحفہ میجر کو پڑھو - تم خود قائل ہو جاؤ گے +

قیمت فی بوتل (للعہ) علاوہ محصول ڈاک

تمام دنیا میں جسقدر ادویہ صفائی خون کیواسطے فروخت ہو رہی ہیں ان سب سے ڈاکٹر میجر صاحب کا سارسا پریلا کی بکری بہت زیادہ ہی اس سارسا پریلا میں ایک نئی ترکیب سے بجلی کی حرارت آمیز کی گئی ہی تمام قسم کی گھاؤ زخم امراض آتشک جن سے جلد بدنما ہو جاتی ہی جسم پر بدنما داغ کنٹھ مالا پھوڑے پھنسیاں پر گنٹھ اسکے استعمال سے جلتے رہتے ہیں قیمت عہ فی بوتل +

یہ دوا کارخانہ مسرس ڈبلیو بیلیمجر اینڈ کو کلکتہ میں تیار ہوتی ہیں ہمگلہ خوردہ فروش ایجنٹ ای برکت اینڈ کو دہلی سے طلب کرو -

پنجاب کے دیسی دوائی خانہ کی مجرب ادویات

طاعون

عشق

سلیمانی

اکسیر کا بیضہ ۔ طاعون ۔ فساد خون

آنکھوں کا انجن

جلن ۔ پانی ۔ سرخی ۔ ککرے ۔ دھند ۔ غبار ۔ جالا ۔ موتیا بند وغیرہ وغیرہ کے لیے از حد مفید ہے ۔ قیمت فی شیشی ۱عہ

مفرح مقوی دماغ

جن لوگوں کے دماغ بوجہ کثرت دماغی کام کمزور ہو گئے ہوں یا جن لوگوں کو کوئی بات فوراً بھول جاتی ہو یا جنکو دماغی کام بہت پڑتا ہو ان کے لیے از حد مفید ہے

منہ کے آبلے دور ہو جائیں

اس دوائی کو صرف دو دفعہ آبلوں پر لگانے سے آبلے دور ہو جاتے ہیں ۔ قیمت فی ڈبیہ صرف چار آنہ

عرق مسیحا

یہ عرق مصفی خون و دافع فساد خون ایک لایق و فائق حکیم حاذق کی تجربات کا نسخہ ہے

قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے

تاپ تلی کی مجرب دوا

قیمت صرف بارہ آنے ۔ ۱۲/

دوائی دافعہ دمہ

اسکے استعمال سے دمہ خواہ کیسا ہی پرانا کیوں نہ ہو دور ہو جاتا ہے ۔ بچوں بوڑھوں غرض یہ کہ ہر عمر میں مفید ہے ۔ قیمت فی ڈبیہ ۸

نادر گولیاں

دوائی دافعہ خارش

خارش خشک ہو یا تر اسکے استعمال سے فوراً دور ہو جاتی ہے اور بدن بالکل صاف نکل آتا ہے ۔ قیمت فی شیشی

دوائی دافعہ

گرمی کے موسم

المشتہر ٹھاکر داس منیجر ٹی ڈی اینڈ کو لاہور

پانچ ہزار روپیہ انعام

مجرب مفید

میرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولائیت کی یونیورسٹی کی سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم - دھند - جالا پروال - غبار - سبل سرخی پھولا ابتدائی موتیابند - پانی بہنا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھ کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کرنیکی حاجت نہیں رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ عہ میرے کا سرمہ سفید اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ ۵ روپیہ ہے خالص میرہ فی ماشہ عہ - مصری صرف فی تولہ ۵ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار +

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) میں نے میرے کا سرمہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ تیار کیا ہوا بغور پرکھا جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند غبار کی نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے - راقم - ڈاکٹر برج لال کھوسلہ رائے بہادر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور آنریری سرجن جنرل سندھ +

(۲) میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے میرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ تیار کیا ہے - اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا میری آنکھیں بینائی قائم رکھنے اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچنے کیلئے میرے کے سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے - راقم - خان بہادر ڈاکٹر امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور پنجاب -

پانچ ہزار روپیہ انعام - اگر کوئی شخص میرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو کہ قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ کا انعام دیا جائیگا جو لاہور کے پنجاب بنک میں اسی مطلب کیلئے ۱۹۱۰ع سے جمع کیا گیا ہے +

حفظ ماتقدم علاج سے بہتر ہے

ایک تندرست تومند آدمی کو پلیگ یا چیچک ہیضہ
یا اور کسی قسم کے امراض سینہ کا اندیشہ نہیں ہے لیکن
کمزور اور ناتوان لوگ اس قسم کے امراض کا مقابلہ نہیں
کر سکتے اسلئے اگر وہ + سکاٹس ایملشن کا استعمال شروع
کردیں تو جسم مضبوط ہو جائیگا
کمزوری رفع ہو جائیگی اور کسی قسم
کی بیماری کا خطرہ نہ رہیگا۔

(بالکل اچھوتا)

تمام انگریزی دوافروش بیچتے ہیں
سکوٹ اینڈ بون مینوفیکچرنگ
کیمسٹ لنڈن

مجرب ہے

تریاقِ طاعون

مصدقہ جناب مسٹر جے جی سلک صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر لودیانہ حال کمشنر راولپنڈی

ہم نے عرصہ دراز کی جانفشانی کے بعد تریاقِ طاعون ایجاد کیا ہے جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ بطورِ حفظ ما تقدم اگر استعمال کیا جاوے تو مرض طاعون کے حملہ سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے اگر مبتلائے مرض اسکا استعمال کرے تو فوراً بخار فرو ہو جاتا ہے۔ گلٹیاں گم ہو جاتی ہیں۔ دل میں طاقت طبیعت میں شگفتگی ہے۔ اس دوائی کی استعمال سے نہ قے آتی ہے نہ اسہال ہوتے ہیں۔ پسینہ جو مرض طاعون کے لئے بڑی نیک نشانی ہے آجاتا ہے اور مریض بفضلِ خدا صحتیاب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک گھر میں چند شیشیاں تریاق طاعون کی موجود رہنی چاہئیں لیکن تجربہ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ تریاق طاعون تحصیل قصور ضلع لاہور میں شروع مرض میں ۹۸ آدمیوں نے استعمال کیا۔ جن میں سے ۹۰ صحتیاب ہوئے اور صرف آٹھ آدمی فوت ہوئے

قیمت { فی شیشی (عہ) / چھ شیشی (صہ) / بارہ شیشی (لعہ) } محصول ڈاک بذمہ خریدار

نقل چٹھی نمبری ۲۳۰۵ از جانب جناب مسٹر

جے جی سلک صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودیانہ (حال کمشنر راولپنڈی) مورخہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء جناب من

بجواب آپکی چٹھی مورخہ ۳۱ ماہ گذشتہ دربارہ تریاق طاعون میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ جن سیول کمشنران کو یہ دوائی بھیجی گئی تھی انہوں نے اسکی نسبت عمدہ رپورٹ کی ہے چونکہ ان کے بیان کے مطابق شہر لودیانہ میں اسکی مانگ بہت ہے تو بہت اچھا ہوگا کہ انہیں ممبروں کے پاس مفت تقسیم کرنے یا فروخت کرنے کے لئے کچھ اور دوائی بھیجدیں۔ دستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

عجیب [illegible]

قیمت [illegible]

اصلی [illegible] سرمہ [illegible]

قیمت فی تولہ [illegible]

[illegible]

سنون مقوی دندان [illegible]

المشتہر حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور

یہ کارخانہ ۱۸۶۵ء سے قایم ہے

تہائی قیمت

اگر کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو بقیہ دوائی بھیج کر قیمت واپس لے لو۔

ہزاروں سندات موجود ہیں

ہمارا کارخانہ بفضل خدا قریبًا نصف صدی سے
بنی نوع انسان کی طبی خدمات کر رہا ہے چنانچہ حسن
خدمات امراض وبائیہ کے صلہ میں گورنمنٹ عالیہ
نے ۱۸۷۰ء میں اس کارخانہ کے بانی مبانی شیخ
خیر الدین آنریری مجسٹریٹ و رمیونسپل کمشنر کو ایک طلائی
گھڑی عطا کی تھی۔ کارخانہ ہذا کی مشہور عالم ادویات
اپنی خوبی کی وجہ سے کسی تعریف سفارش کی محتاج
نہیں ہیں لیکن تاکہ خلق خدا بڑے پیمانہ پر ان مجرب و
بیمثال ادویات سے مستفید ہو اور ہماری ادویات اپنی خوبی کی
طرح اپنی کثیر فروخت میں بھی ملک بھر میں ثانی ثابت ہوں یہ اعلان
کرتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ کے لئے اپنی شہرہ آفاق ادویات تہائی
قیمت پر فروخت کرینگے۔ اگر کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو بقیہ دوائی بھیجکر
قیمت واپس لے لو۔ بتائیے اب اس سے بہتر ثبوت ہم اپنی ادویات
کے عمدہ و بیحد مفید ہونیکا کیا دے سکتے ہیں۔ ادویات کی فہرست
مفصل مع نرخ۔ تہائی قیمت پر روانہ

ملنے کا پتہ
شیخ خیر الدین رحیم بخش دواساز ان مالک شفاخانہ یونانی وڈاکٹری لاہور